ار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

حدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

پی این ایس سی کے لئے قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قوم کو بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ ہونے کے اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے۔

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن

PNSC

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

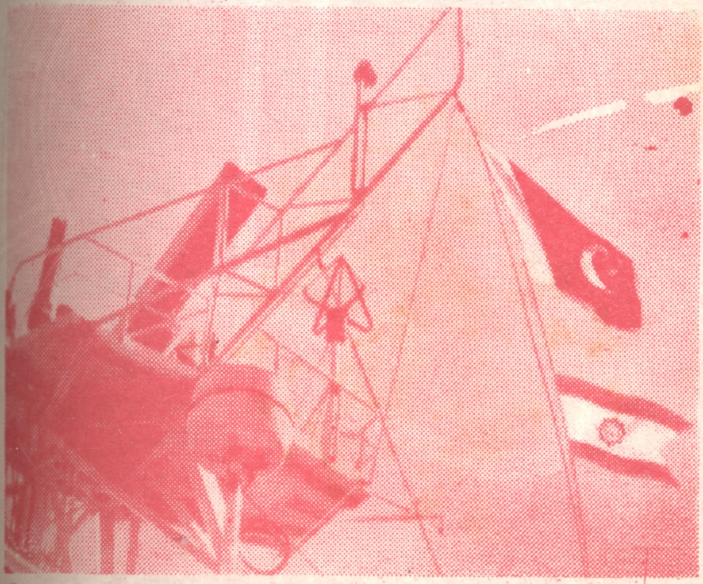

Paragon ● PNSC-15 (PID Islamabad)

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ادارہ دعوۃ الحق

فون نمبر		قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار	جلد نمبر	۲۲
ڈائرکٹ سسٹم			شمارہ	۹
340 — 052317	ماہنامہ	الحق	اکوڑہ خٹک	شوال المکرم ۱۴۰۷ھ
341			جون	۱۹۸۷ء
342				

مدیر: سمیع الحق

اس شمارے میں

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	نقش آغاز		
	ظالمانہ بجٹ، نفاذ شریعت سے گریز پر اسمبلی سے بائیکاٹ — قومی اسمبلی میں خطاب	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	۴
۲	شرعی قوانین میں اضطراب اور مذبذب بانفاق	مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ	۵
۳	فلسفہ حج بیت اللہ شریف	علامہ شمس الحق افغانی رح	۱۳
۴	اسلامی اداروں میں اسلام کے نظام زکوٰۃ کا حصہ	مولانا شہاب الدین ندوی	۲۱
۵	استنادِ حدیث اور امام ابو حنیفہ کا مسلک	مولانا عبدالقیوم حقانی	۴۱
۶	حقانیہ سے ازہر تک (سفرنامہ)	مولانا مفتی غلام الرحمن	۴۳
۷	شریعت بل آئین اور نظام — مولانا سمیع الحق سے ایک اہم انٹرویو	حنیف خالد روزنامہ جنگ	۵۲
۸	تبصرہ کتب	مولانا عبدالقیوم حقانی	۵۷
۹	دارالعلوم کے شب و روز	ادارہ	۶۲

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰ روپے	فی پرچہ	۴ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک	۶ پونڈ	ہوائی ڈاک	دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

غیر اسلامی بجٹ۔ اسلامی نظام سے گریز اور اسمبلی سے بائیکاٹ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر

۹ جون کو قومی اسمبلی کے صبح کے اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے متحدہ شریعت کے فیصلے کے مطابق بجٹ سیشن سے شریعت محاذ کے تمام ارکان کے مکمل بائیکاٹ کا اعلان فرمایا۔ جو اختتام تک جاری رہا۔ محاذ کے رہنماؤں کے بائیکاٹ کے بعد اپوزیشن اور اسلامی پارلیمانی محاذ کے ارکان نے بھی وقتی، علامتی بائیکاٹ کر کے شریعت محاذ کے بائیکاٹ کو موثر بنایا۔ الحمدللہ کہ بجٹ کے سلسلہ میں حکومت نے نظر ثانی کر لی مگر اصل مسئلہ نفاذ شریعت پر حکومت تا حال ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ان شاء اللہ پارلیمانی تاریخ میں محاذ کے اس فیصلہ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے اس اعلان کا ایک اہم مقام رہے گا۔ ہم حضرت مدظلہ کے اسمبلی میں سادہ، مختصر اور موثر خطاب کو یہاں سیکریٹریٹ کی رپورٹ سے افادۂ عام کے پیش نظر نقل کر دیتے ہیں۔

(ادارہ)

مولانا عبدالحق: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ محترم جناب سپیکر صاحب!

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اجازت دی ہیں آپ کا مختصر وقت لوں گا۔ چونکہ ایوان میں ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اس بجٹ پر غور کریں کہ آیا یہ قابل برداشت ہے یا نہیں۔ آیا شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے یا نہیں مخالف ہے کیا اس سے مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے؟ ظالم سے بدلہ لیا جاتا ہے؟ بہر تقدیر اس بجٹ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو بحیثیت جمہوری ہونے کے، اس کے متعلق ہمارے اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جمہوری ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ بجٹ سے پہلے جو تقریریں ہوئیں انہوں نے تصریح کر دی کہ وزراء صاحبان بازار میں ذرا جا کر تحقیق کر لیں تو ہر چیز کی قیمت اور نرخ بڑھ چکے ہیں۔ کرائے بڑھ چکے ہیں پھر بھی یہاں حالت یہ ہے کہ اس کو عوامی اور جمہوری کہا جاتا ہے، تو

میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جمہوری معنی ہے عوامی اور عمومی۔ یعنی یہ بجٹ ایسا ہے کہ جس سے انسان، بچہ، بوڑھا، عورت یہاں تک کہ حیوانات بھی اس کے برداشت سے معذور ہیں۔ اس کی زد میں آ رہے ہیں۔ اور ان سب کو تکلیف پہنچ رہی ہے جمہوریت کے نام پر سب لوگوں کو جکڑ دیا اور سب لوگوں کی کمر توڑ دی۔ ہر چند شکوہ و شکایت ہے۔ جب ہم ان سے پوچھتے ہیں تو یہی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تباہی و بربادی آپ ممبران دیکھ رہے ہیں اور کچھ آواز نہیں اٹھاتے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ جمہوری تو قطعاً نہیں۔ رہی اسلام کی بات باقی اسلام کی حالت تو یہ ہے کہ ہم یہاں سات آٹھ برس سے چلاتے رہے ہیں کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہو گا اور یہاں جو اسلام چاہتا ہے وہ ہمیں ووٹ دے۔ ہم سب لوگ جو یہاں آئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ سب لوگ اپنے گریبان میں دیکھیں کیا تم لوگوں نے وعدہ نہیں کیا کہ ہم شریعت کا نفاذ کریں گے؟ اگر کیا ہے اور یہ بات درست ہے کہ چھوٹے بڑے یہاں جتنے بھی ایوان میں ہیں۔ سینٹ میں ہیں انہوں نے قوم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اسلام کو نافذ کریں گے۔ اب جب سینٹ میں یہ بل پیش ہوا تو اب بیانات آ رہے ہیں کہ ہم یہ شریعت بل نافذ نہیں کریں گے بلکہ ایسی شریعت نافذ کریں گے جس پر سب کو اتفاق ہو۔ تو بھائی اگر آپ سب کا اتفاق چاہتے ہیں تو اول تو یہ ہے کہ یہ چودہ سو برس تک یہ اسلام نافذ اور جاری رہا۔ اس وقت کسی نے نہیں کہا کہ اس میں اختلاف ہے اگر ایسا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ رات اور دن میں اختلاف ہے۔ تو اس بھی نکل جاؤ اور میٹھے اور کڑوے میں بھی اختلاف ہے۔ اس سے بھی نکل جاؤ۔ اور مرد اور عورت میں بھی اختلاف ہے تو اس سے بھی نکل جاؤ اور زمین و آسمان میں بھی اختلاف ہے اس سے بھی نکل جاؤ۔ اسلام کا مسئلہ آتا ہے تو ہمیں اتفاق یاد آ جاتا ہے جب کہ حق و باطل میں اتفاق کب ممکن ہے۔

> اسلام کے نام پر آنے والو
> سب اپنے گریبان میں دیکھو

> **اسلام کا مسئلہ آتا ہے تو ہمیں اتفاق یاد آجاتا ہے جب کہ حق و باطل میں اتفاق کب ممکن ہے**

یہ عجیب مسئلہ ہے کہ جب اسلام کا مسئلہ آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں اختلاف کو دور کریں گے۔ آپ کیسے دور کریں گے حق و باطل میں اختلاف حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں رہا۔ اور ان سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کے زمانے میں بھی اختلافات رہے ہیں ان کے زمانے میں بھی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختلافات رہے ہیں۔ تو وہاں تو کسی نے یہ نہیں کہا آج یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم اختلاف کو مٹائیں گے۔

بھائی! میں تفصیل سے عرض نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ٹال مٹول ہے اس لئے کہ اگر کوئی اختلاف نہ رہے تو وہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بھی یہ کہہ دے کہ بھائی میرا بھی مطالبہ ہے یہ صرف پاکستان ہی نہیں ہے کہ حکومت چلانا ہے ایران بھی تو چلانا ہے۔ جا یئے! ایران میں وہاں کتنے سنی ہیں ان کے کتنے حقوق کو جمع کیا گیا اور جاری کیا گیا۔

جانیے ایران میں وہاں کتنے سنی ہیں ان کے کتنے حقوق کو جمع کیا گیا اور جاری کیا گیا

کوئی ہے یا اسی طریقے سے دوسری حکومتوں میں ملکوں میں وہاں بھی تو اقلیتیں ہوا کرتی ہیں۔ یہاں بھی اقلیتوں کے الگ حقوق ہیں شریعت میں ان کو پورے حقوق کا تحفظ دیں گے۔ الغرض محض بہانہ ہے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام (شریعت بل) تو ابھی ہمارے ایوان نے مانا نہیں۔ سینٹ میں ابھی جھگڑا ہے اس پہ۔ تو ابھی جو پیدا نہیں ہوا اس کا نام رکھ دیا۔ بچہ پیدا نہیں ہوا اس کا نام رکھ دیا اسلام (بصورت شریعت بل) ابھی ہم لوگوں نے مانا نہیں ہے اور ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہم اس میں انتظار کریں گے کہ اختلاف مٹ جائے۔ آسمان و زمین مٹ جائیں تو تب۔ اختلاف ہے نا

جب اسلام زندگی میں آیا نہیں تو بجٹ کیسے اسلامی تھا

اس اختلاف کو مٹانے کے انتظار میں ابھی سلام نہیں آیا۔ تو جب اسلام زندگی میں آیا نہیں تو یہ تمہارا بجٹ اسلامی کیسے بنا؟ اسلامی ہے یا کفرانی ہے۔ اسلام ہے ہی نہیں۔ ابھی جاری کریں گے غور کریں گے اتفاق آئے گا اختلاف ختم ہوگا سب اس کے بعد یہ مراحل طے ہوں گے۔ یعنی اسلام آنے کے بعد۔ چالیس برس ہم حکومت چلاتے رہے عوام کو کہتے رہے کہ اسلام لائیں گے اور ہم ایوان کے جو ممبر ہیں وہ یہ کہتے رہے کہ ہم اسلام لائیں گے۔ وہ اسلام کہاں ہے لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ یہ اسلام ہے کہ ہر چیز کو مہنگا کر دیا گیا۔ ہر برائی بے حیائی پھیلائی گئی اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا زیادہ وقت نہیں لیتا۔ میں اپنے متحدہ شریعت

میں شریعت محاذ کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ بجٹ نہ اسلامی ہے نہ جمہوری بلکہ غیر اسلامی اور ظالمانہ ہے

محاذ کے مشورے کے مطابق یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ اسلامی نہیں ہے جمہوری نہیں ہے یہ بالکل غیر اسلامی اور ظالمانہ ہے میں اس کی تائید نہیں کرتا اور متحدہ شریعت محاذ کے ممبر بھی اس کی تائید نہیں کرتے اس لئے جب ہم تائید نہیں کرتے تو اس بجٹ کا بھی ہم بائیکاٹ کریں گے ہم کہیں گے کہ ہم اس میں شامل نہیں ہوتے۔ ہم کیوں ظلم میں شریک ہوں ہم اس بجٹ میں شریک نہیں ہیں اس بجٹ کا بائیکاٹ کرتے ہیں اس بجٹ کا ہمارا بائیکاٹ ہوگا میں اپنے متحدہ شریعت محاذ کے بزرگوں سے اور دوسرے ممبر بھی مسلمان ہیں ہمارے مسلمان ہیں پختہ مسلمان ہیں ان سے بھی میں عرض کروں گا کہ شریعت کا انکار نہ کریں اور شریعت کا نفاذ فرمائیں فوراً اعلان کر دیں تاکہ یہ ہمارا بجٹ اور یہ ہماری تمام چیزیں عبادتوں میں شمار ہو جائیں میں اس کا بائیکاٹ کرتا ہوں اور میرے ساتھ میرے جو بزرگ ہیں وہ اس ایوان کے اس بجٹ کا بائیکاٹ کا اعلان میں کرتا ہوں باقی دوسرے بزرگ بھی مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ہمارے ساتھ بائیکاٹ میں شمولیت فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

شرعی قوانین، اضطراب اور تذبذب

اعتقادی اور عملی نفاق

اس وقت جب کہ شریعت بل کی شکل میں شرعی قوانین کے نفاذ کی جنگ لڑ رہے ہیں مخالف قوتیں اور حکومت ان قوانین کے بارہ میں ٹال مٹول، پس و پیش، لیت و لعل اور تذبذب و ارتیابی کیفیت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ذیل میں داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا فکر انگیز خطبۂ صدارت پیش خدمت ہے جس میں مولانا نے مرض کی اصل جڑ نفاق کی نشاندہی کی ہے جو مسلم پرسنل لا بورڈ کے ساتویں اجلاس منعقدہ ممبئی میں پڑھا گیا۔ ملکی حالات، سیاسی اور انقلابی ترجیحات، اخلاقی و جمہوری تقاضوں کی تکمیل اور ملک کی فکری و انتظامی قیادت اور ارباب فکر و بصیرت کے لئے اس میں فکر و تدبر اور ہدایت و راہ نمائی کے واضح نشانات موجود ہیں۔ (ادارہ)

حضرات!

مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا خطبہ دو مبنی قیمت تاریخی، فکر انگیز اقتباسات سے شروع کروں، جو ہمارے ملک کے سیاسی و انقلابی، اصولی و اخلاقی اور جمہوری و سیاسی تاریخ میں سنگ میل اور روشنی کے میناروں کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن سے اس ملک کی سیاسی، انتظامی و فکری قیادت اور عوام کو ہمیشہ روشنی و رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اور کبھی ان کو فراموش اور نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

پہلا اقتباس جنگ آزادی کے صرف معتبر و مستند بلکہ قابل فخر و مایۂ ناز قائد و محسن مولانا ابوالکلام آزاد کے اس خطبۂ صدارت کا ہے جو انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس رام گڑھ مارچ ۱۹۴۰ء میں دیا تھا۔

مولانا نے فرمایا۔

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس

کی شاندار روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم و فنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرہ میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔

لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں۔ جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے۔ اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی۔ وہ اس راہ میں میری راہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں۔ میں ہندوستان کی ایک اور ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔ میں اس متحدہ قومیت کا ایک ایسا عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین (بناوٹ) کا ایک ناگزیر عامل (FACTOR) ہوں۔ میں اس دعوے سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتا۔"

دوسرا اقتباس ملک کے مشہور دانشور، محب وطن، بین الاقوامی شہرت کے حامل، ماہر تعلیم اور سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین خان مرحوم کے اس خطبہ کا ہے جو موصوف نے کاشی ودیا پیٹھ (بنارس) کے جلسہ تقسیم اسناد میں ۱۴/اگست ۱۹۳۵ء کو پڑھا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

"آپ مجھے معاف فرمائیں اگر اس معزز مجمع کے سامنے میں صفائی سے یہ بات پیش کروں کہ مسلمانوں کو جو چیز متحدہ ہندوستانی قومیت سے بار بار الگ کھینچتی ہے اس میں جہاں شخصی خود غرضیاں، تنگ نظری اور ملک کے مستقبل کا صحیح تصور نہ قائم کر سکنے کو دخل ہے وہاں اس شدید شبہ کا بھی بڑا حصہ ہے کہ قومی حکومت کے ماتحت مسلمانوں کی تمدنی ہستی کے فنا ہونے کا ڈر ہے اور مسلمان کسی حالت میں یہ قیمت ادا کرنے پر راضی نہیں۔ اور بحیثیت مسلمان ہی نہیں سچے ہندوستانی کی حیثیت سے بھی اس پر خوش ہوں کہ مسلمان اس قیمت کو ادا کرنے پر راضی نہیں اس لئے کہ اس سے مسلمانوں کو جو نقصان ہوگا سو ہوگا ہی خود ہندوستان کا تمدن پستی میں کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔

گرچہ مثل غنچہ دل گیریم ما   گلستان میرد اگر میریم ما

حضرات!

ہندوستان جیسے عظیم ملک میں جو مختلف مذاہب، تہذیبوں، زبانوں اور معاشرتی و عائلی نظاموں کا صدیوں سے مرکز چلا آ رہا ہے اور جس نے اپنی طویل تاریخ کے تسلسل میں اس حقیقت کے نہ صرف اعتراف بلکہ احترام، اس خصوصیت کے نہ صرف باقی رہنے کی اجازت بلکہ اس کے تحفظ و ترقی اور اس کے ساتھ بقائے باہم اور مشترک ملکی اور قومی مفادات میں سرگرم اشتراک و تعاون کا ثبوت دیا ہے۔ اور جس ملک کے لئے لا مذہبی (SECULAR) اور جمہوری طرز حکومت (بشرطیکہ وہ پوری غیر جانب داری اور ذہن و ضمیر کی صفائی کے ساتھ) سب سے زیادہ قابل العمل، بے خطر اور قابل قبول نظام ہو سکتا ہے یہی طرز فکر مناسب ہے، اور یہ نہ صرف کہنے والوں کی اپنے اپنے ایمان و عقیدہ اور قلب و ضمیر کی صحیح ترجمانی ہے۔ بلکہ حقیقت پسندی، وسیع الوطنی اقوام و ملل، تمدنوں و تہذیبوں اور علوم و فلسفہ کے وسیع اور گہرے مطالعہ کا نچوڑ اور کہنے والوں کی بلند نگاہی، روشن ضمیری، اصول پسندی اور اسی کے ساتھ اس اخلاقی جرأت کا نمونہ و مظاہرہ بھی ہے جو ان دونوں قائدین فکر و سیاست کے ہر طرح شایانِ شان ہے۔

اس حقیقت پسندی اور صحیح جمہوریت کے قیام اور ملک کے مختلف فرقوں، آبادی کے مختلف النوع عناصر اور اقلیتوں کو مطمئن رکھنے اور ان کی صلاحیتوں اور توانائیوں کو (جو ملک کا قیمتی سرمایہ ہے) اپنے مذاہب و عقائد اپنے تمدنوں و تہذیبوں اور اپنے معاشرتی و عائلی اصولوں اور نظاموں کی حفاظت و دفاع میں صرف کرنے کے بجائے ملک کی تعمیر و ترقی اس کی سالمیت کی حفاظت اور اس کے استحکام اور بین الاقوامی عزت و مقام کے کام پر مرکوز رکھنے کے لئے دستور ہند میں دفعہ ۲۵ شامل کی گئی جس کا تعلق بنیادی حقوق سے ہے اور جس میں ہندوستانی شہریوں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ اس دستور کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"امن عامہ، اخلاق اور صحت اور نیز اس حصہ میں مندرج دوسرے دفعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام اشخاص کو ضمیر کی آزادی اور آزادانہ طور پر مذہبی عقیدہ رکھنے اور تبلیغ و اشاعت کا یکساں حق ہوگا۔"

یہ دفعہ ہندوستان کی سیاسی، نسلی و تمدنی، تہذیبی، مذہبی و نفسیاتی صورت حال عین مطابق تھی اور اس پر پوری دین داری، خلوص اور عزم و فیصلہ کے ساتھ عمل کرنے کی ضرورت تھی۔

لیکن اس قابل تعریف دستور ہند کا جس میں ملک کے ماہرین قانون اور دستور سازوں کی بہترین ذہنی، قانونی صلاحیتیں صرف ہوئیں جس نے بہت وقت لیا اور جس کے ایک ایک نقطہ اور شوشہ پر طویل اور عمیق بحثیں اور موشگافیاں ہوئیں۔ یہ عجیب و غریب تضاد بلکہ دنیا کی دستور سازی کی تاریخ کا ایک معمہ ہے کہ اس کے بعد ہی دفعہ ۴۴ کی شکل میں یکساں مدنی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) کی دفعہ شامل کی گئی اور اس کو دستور ہند کے رہنما اصول DIRECTIVE-PRINCIPLE) کا درجہ دیا گیا۔ اس دستور کا متن حسب ذیل ہے۔

مملکت ہندوستان کے پورے قلمرو شہریوں کے لئے یکساں
مدنی ضابطہ (UNIFORM CIVIL CODE) کے حصول کی سعی کرے گی۔

جس وقت دستور کی ترتیب عمل میں آئی تھی اس وقت مسلم زعماء کو اطمینان دلایا گیا تھا کہ دستور ہند کے بنیادی حقوق (PUNDAMENTAL RIGHTS) کی دفعات کے ذریعے مسلم پرسنل لا کو محفوظ کر دیا گیا ہے اور بنیادی حقوق کی دفعات رہنما اصول سے زیادہ اہم ہیں۔ لیکن دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ جہاں تک مسلمانوں کے عائلی قوانین اور نظام معاشرت کا تعلق ہے (جو ان کے مذہب کا جزء لاینفک ہے) (INSEPARABLE PART) دستور ہند کے اس تار و پود میں ایک آتش گیر (EXPLOSIVE MATTER) مادہ رکھ دیا گیا ہے جو کسی وقت بھی کسی ادنیٰ تحریک یا باہر کی گرم ہواؤں کے اثر سے آگ پکڑ سکتا ہے اور ان مذہبی و قانونی تحفظات کو جلا کر فنا کر سکتا ہے جن کی دستور نے ضمانت دی تھی۔ چنانچہ واقعات کی قدرتی رفتار اور ان مختلف عوامل و محرکات (FACTORS) کے اثر سے جن کا تعلق مسلمانوں کے لئے عائلی قوانین (PERSONAL LAW) کی صحیح نوعیت اور اس کے ان کے مذہب سے تعلق اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے عقائد و جذبات اور نفسیات سے ناواقفیت، فکر و نظر کی سطحیت سے بھی ہے اور ہندو احیائیت (HINDU REVIVALISM) کے جذبہ اور سیاسی و انتخابی مصالح اور اکثریت کے خوش کرنے کے جذبہ سے بھی ہو سکتا ہے یہ خطرہ سامنے آ گیا اور ایک عرصہ کی خاموشی کے بعد ۱۹۷۲ء میں مختلف اسباب و محرکات کی بنا پر ہندوستان میں مختلف فرقوں کے عائلی قوانین (پرسنل لا) کی وحدت اور مسلم پرسنل لا کی اصلاح و ترمیم کی ایک بار پھر بلند آہنگی کے ساتھ آواز بلند ہوئی۔ یہ آواز تھوڑے تھوڑے وقفوں کے ساتھ مختلف وقتوں میں مجلس قانون ساز کے اندر اور مجلس قانون ساز کے باہر بلند ہوتی رہی۔ لیکن مختلف سیاسی مصلحتوں سے اور مسلم رائے عامہ کی برہمی کے خوف سے (جس کا الیکشن پر بھی اثر پڑنے کا خطرہ تھا) دبائی جاتی رہی اور حکومت ہند نے کئی بار اپنے اعلیٰ ذمہ داروں کی زبان سے اس کا اعلان کیا کہ ایسا کرنے کی اس کی کوئی نیت نہیں ہے۔ اور جب تک متعلق فرقے خود اس خواہش کا اظہار اور اس کا مطالبہ نہ کریں اس وقت اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن اسی کے ساتھ خود ان فرقوں کے متعدد افراد پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر یہ آواز اٹھاتے رہے اور بعض دور بین نگاہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ محض ان کے ضمیر کی آواز نہیں ہے بلکہ ان کی زبان حال کہتی ہے کہ ؎

از پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہمہ می گویم

حقیقت جو کچھ بھی ہو اتنا اندازہ ہو گیا کہ ملک کے قانون سازوں اور ارباب اختیار کے ذہن اس معاملہ میں صاف نہیں ہیں۔ اور کسی وقت بھی خاکستر کے نیچے یہ چنگاریاں شعلہ بن کر بھڑک سکتی ہیں۔

اس مسئلہ کے دو بڑے محرک ہیں ایک یہ کہ "سلطانیٔ جمہور" کے اس دور میں قانون سازی کا دائرہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط سمجھا جاتا ہے۔ اور عائلی قوانین زندگی کا ایک ایسا اہم شعبہ ہے جو افراد کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور افراد کو ایک دوسرے سے مربوط بھی رکھتا ہے۔ جن قوموں یا مذہبی فرقوں میں "آسمانی قانون" کا کوئی تخیل یا عقیدہ نہیں ہے اور وہ عائلی قوانین کو محض زندگی کے تجربات کا نتیجہ اور خواہشات وضروریات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور بدقسمتی سے دو بڑے آسمانی مذہبوں اسلام اور یہودیت کے علاوہ عام طور پر مذہبی قوموں اور فرقوں بالخصوص آریائی نسلوں میں یہی تخیل پایا جاتا ہے۔ ان قوموں اور فرقوں میں اس قانون میں حالات اور ضروریات کے مطابق تبدیلی اور زندگی سے اس کی مطابقت کا احساس اور مطالبہ بالکل قدرتی امر و بدیہی حقیقت ہے اس لئے کہ وہ انسانوں ہی کے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق بنائے ہوئے قوانین ہیں۔ زمانہ بدل جانے اور حالات تبدیل ہو جانے سے انسانوں ہی کے ہاتھوں میں اصلاح وترمیم اور تبدیلی نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات فرض وواجب ہو جاتی ہے۔

دوسرا بڑا محرک کسی ملک کی آبادی کے مختلف عناصر اور اجزاء میں زیادہ یک رنگی و وحدت (UNIFORMITY) کا وہ عالمگیر رجحان ہے جس کا تقریباً اس صدی کے اوائل سے بڑی قوت وشدت کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا گیا اور اس میں ادب وشاعری، علم وسیاست اور صحافت وخطابت سب نے پورا حصہ لیا ہے۔ یورپ سے (جہاں کے اکثر ملکوں میں ایک ہی تہذیب، ایک ہی معاشرتی نظام ایک ہی عائلی قوانین اور اکثر ایک ہی مذہب اور زبان رائج ہے۔) یہ خیال ان مشرقی وایشیائی ممالک میں آیا۔ جہاں کئی کئی مذہب، تہذیبیں اور مختلف معاشرتی نظام کبھی بھی باہمی نفرت و زور آزمائی اور انتشار کا باعث نہیں ہوئے۔ انتشار وافتراق کا اصل سبب ہمیشہ ملکوں کے سیاسی اغراض وقوموں کے سیاسی رہنماؤں کے ذاتی مفادات ثابت ہوا ہے۔ خود یورپ میں مکمل مذہبی تہذیبی اور عائلی وحدت کے باوجود دو خون آشام جنگیں ہو چکیں۔ جن کے شعلوں سے مشرق وایشیا کا دامن بھی نہیں بچ سکا پہلی جنگ عظیم بھی اصلاً وابتداً برطانیہ وجرمنی کے درمیان ہوئی تھی جرمن اور انگریز دونوں نہ صرف یہ کہ مسیحی ہیں بلکہ پروٹسٹنٹ بھی ہیں۔ اور ان کا عائلی قوانین ومعاشرت تقریباً ایک ہے۔ پھر یہ دونوں دشمنوں کی طرح کیوں لڑے۔ اگر یونیفارم سول کوڈ جنگ کو روک سکتا ہے اور زور آزمائی اور تصادم سے باز رکھ سکتا ہے تو اس کو وہاں روکنا چاہئے تھا۔ پھر دوسری جنگ عظیم کا بھی یہی حال تھا کہ وہ دونوں ملک اس طرح سے لڑے جیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں۔ آپ عدالتوں میں کبھی جا کر دیکھ آئیے کہ مسلمان مدعی ہے اور مدعا علیہ بھی مسلمان مسلمان کی عزت کو خاک میں ملا دینا چاہتا ہے۔ تو دونوں کا عائلی قوانین بھی ایک ہے۔ بعض اوقات تو خون بھی ایک ہوتا ہے دونوں فریق ایک نسل اور ایک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یہی حال ہندو فرقہ کا بھی ہے۔ کہ اس میں بھی عائلی قوانین کی یکسانی اور اشتراک کے باوجود مقدمہ بازی، خانہ جنگی اور ایک دوسرے

کے خلاف محافہ آرائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ درحقیقت ان خلافات اور دشمنیوں کا تعلق نفسانیت اور دولت پرستی کے جنون سے اور حد سے بڑھی مادیت سے ہے۔ اس غلط نظام اور نصاب تعلیم سے ہے جس نے اخلاقیات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کا تعلق ہرگز عائلی قانون کے اختلاف سے نہیں ہے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ عائلی قوانین ایک ہو جانے سے اخلاقی صورت حال میں قطعاً ایک ذرہ کا فرق بھی نہیں پڑے گا۔ پھر کیوں بار بار اس کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کہ یونیفارم سول کوڈ ہونا چاہیئے تاکہ آپس میں اتحاد و الفت پیدا ہو۔ طوطے کی طرح اس بات کو دہراتے رہنا سطحیت مرعوبیت اور اندھی تقلید کی ایک مثال ہے۔

ان دو محرکات کے ساتھ (معذرت کے ساتھ) یہ بھی اضافہ کرنا پڑتا ہے کہ بعض فرقوں کے عائلی قوانین میں ایسی ناہمواریاں اور نقائص پائے جاتے ہیں۔ (اور ایسا مخلص سے مخلص اور لائق سے لائق انسان قانون سازوں کے بنائے ہوئے قوانین میں بھی ہونا ضروری ہے) کہ ان کی اصلاح اور جدید حالات کے مطابق نئے قوانین کا وضع کرنا ایک رفاہی جمہوری (WELFARE DEMOCRATIC) حکومت کا بھی فرض ہے اور اس فرقہ کے فرض شناس اور حقیقت پسند رہنماؤں اور نمائندوں کا بھی اس لئے ہمیں اس معاملہ میں (جہاں تک ان فرقوں کا تعلق ہے) نہ ملامت کا حق ہے اور نہ احتجاج کا۔

لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ صورت حال اس سے قطعاً مختلف ہے ان کے ایمان و عقیدہ کا جزء ہے کہ ان کا عائلی قانون (FAMILY LAW) اسی خدا کا بنایا ہوا ہے جس نے قرآن اتارا اور عقائد و عبادات کا قانون عطا کیا معاملہ قرآن مجید ان تصریحات سے بھرا ہوا ہے مسلمان اس عقیدہ پر ایمان لانے پر مجبور ہیں۔ اور اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قانون خدائے علیم و خبیر کا بنایا ہوا ہے جو انسان کا بھی خالق ہے۔ اور اس کائنات کا بھی اس کی فطری ضرورتوں اور کمزوریوں سے واقف ہے وہ فرماتا ہے۔

اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (سورہ ملک)

کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو بڑا ہی باریک بین اور (پورا) باخبر ہے۔

اسی طرح وہ زمانہ کا بھی خالق ہے۔ ہمارے لحاظ سے ماضی حال اور مستقبل کی تقسیم کتنی ہی صحیح اور ضروری ہے اس کے لحاظ سے سب ماضی ہی ماضی ہے۔ اس لئے ایک بار یہ مان لینے کے بعد کہ وہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے جو ایک زندہ جاوید امت اور ایک عالمگیر اور دائمی شریعت کے لئے بنایا گیا ہے تو ترمیم اور تبدیلی کی ضرورت کا مطالبہ ایک کھلے منطقی تضاد (اور جہاں تک مسلمان کہلانے والے اشخاص کا تعلق ہے) ایک اعتقادی و عملی نفاق کے سوا کچھ نہیں۔ پھر معاملہ صرف ایمان بالغیب اور مذہبی عقیدت اور عصبیت کا نہیں۔ اس قانون کے مکمل متوازن اور عادل ہونے اور زمان و مکان کی تبدیلی پر حاوی ہونے کے عقلی و علمی شواہد اور مسلم و غیر مسلم، مشرقی و مغربی فضلاء جری و انصاف پسند مقننین کے واضح اعترافات اور علمی تجربے اتنے ہیں کہ کوئی شپرہ چشم ہی ان سے انکار کر سکتا ہے۔ اس موضوع پر

نامور فضلا نے قدم اٹھایا ہے وہ بڑا قیمتی ہے۔

ہندوستان میں جب یہ مسئلہ اٹھا اور دیکھنے والوں کو یہ نظر آیا کہ افق پر خطرہ کی علامتیں نمایاں ہوگئی ہیں اور یہ بادل جو ابھی کسی وقت گرجتا ہے کسی وقت ضرور برسے گا۔ تو انہوں نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام سے ۱۹۷۲ء میں بمبئی میں ایک متحدہ پلیٹ فارم بنایا جس سے وقتاً فوقتاً قانون سازی کی نوعیت اور اس کے رخ کا جائزہ لیا جاتا رہے اور مسلمانوں کی رائے عامہ کو بیدار رکھنے کا سامان کیا جاتا رہے تاکہ اچانک ان پر یلغار کی جائے اور مسئلہ شبخون نہ مارنے پائے۔ یہ ایک ایسا نمائندہ بورڈ تھا جس کی مثال اپنی وسعت اور عمومیت اور مختلف مکاتب خیال کی نمائندگی کے تحریک خلافت کے بعد نہیں ملتی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اتنے بڑے اجتماعات دیکھنے میں نہیں آئے اس بورڈ کی تشکیل اور اس کے ان شاندار اور بے نظیر جلسوں کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ حکومت اور مسلم پرسنل لا میں اصلاح و ترمیم کی آواز بلند کرنے والے حضرات کو ہوا کا رخ معلوم ہوگیا اور اتنا ثابت ہوگیا کہ مسلمان اس مسئلہ پر صد فی صد متفق ہیں۔ اس لئے دانشمندی، حقیقت پسندی اور انتخابی سیاست کا بھی تقاضا ہے کہ اس مسئلہ کو اٹھانے میں احتیاط کی جائے۔

یہ صورت حال قائم تھی اور مسلمان اقلیت اور اس معاشرہ و ماحول کے دریا کی سطح ساکن تھی کہ ۲۳ اپریل ۱۹۸۵ء کو سپریم کورٹ نے شاہ بانو کیس میں نفقہ مطلقہ کے بارے میں وہ ہنگامہ خیز فیصلہ دیا جس سے ملت اسلامی مسلم معاشرہ اور علماء و دانشوروں اور مسلم ماہرین قانون کے حلقہ میں ایک ایسا تلاطم اور طوفانی کیفیت پیدا ہوئی جس کی نظیر اپنی وسعت و عمومیت، شدت احساس بلکہ اذیت و کرب کے لحاظ سے عظیم فرقہ وارانہ فسادات، خون ریزی اور انسان سوزی کے لرزہ خیز واقعات کی موجودگی میں بھی نہیں ملتی۔ اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے تہذیبی و معاشرتی ارتداد، شریعت اسلامی سے بغاوت اور اس کے برکات سے محرومی کا پیش خیمہ اور

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (مائدہ ۴۴)

جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

کی وعید کا مصداق بنانے والا فتنہ تھا۔ اور اس سے غیر مسلم جج صاحبان یا قرآن و تفسیر فقہ، اصول فقہ اور عربی زبان میں مہارت خصوصی نہ رکھنے والے مسلمان ججوں کے لئے قرآنی آیات۔ اس کے الفاظ و اصطلاحات کی دوسری زبانوں کے ترجمہ کی مدد، سکنڈ ہینڈ معلومات، سطحی اور عاجلانہ مطالعہ اور بعض اوقات ترقی پسندی یا بیرونی اثرات و مؤثرات سے تاثر کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔

من مانی تفسیر اور خواہشمندانہ تشریح (WISHFUL THINKING) کا آزادانہ موقع مل سکتا ہے اور یہ نہ صرف دین و شریعت، مذہبی صحیفوں بلکہ دنیا کے دائمی عالمگیر اصول، اختصاص (SPECIALISATION) اور علوم و

فنون میں اتھارٹی کے تسلیم و احترام کے اس اصول کے خلاف تھا جو ساری علمی، فنی دنیا میں صدیوں سے تسلیم کیا جا رہا ہے اور جس پر زبان و ادب، فلسفہ، منطق، سائنس و ٹیکنالوجی، ریاضیات و دینیات کا نظام چل رہا ہے۔

اس موقعہ پر ہندوستان کی ملت اسلامیہ نے اپنے دین و شریعت سے وابستگی، اسلام سے وفاداری اور ملی غیرت و خودداری کا ایسا ثبوت دیا جس کی نظیر عزم و ضد دراز سے ملی و دینی تحریکات کی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عظیم الشان جلسے ہوئے جن میں بعض اضلاع اور چھوٹے مقامات میں ایک ایک لاکھ سے زیادہ کا مجمع تھا۔ کلکتہ کے جلسہ عام میں ۷ر اپریل ۱۹۸۵ء کو شہید مینار میدان میں منعقد ہوا تھا۔ محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ انسان تھے۔ شمالی ہند سے جنوبی ہند کے آخری سرے، کشمیر کی فلک بوس چوٹی سے جنوب میں کنیا کماری تک جلسوں کا ایک طوفان امڈ پڑا جس میں بورڈ کے ذمہ دار ترین ارکان اور ملک کے ممتاز ترین علماء بذات خود شریک تھے۔ اس کے علاوہ وزیر ہند مسٹر راجیو گاندھی اور وزیر قانون کے نام ہزاروں کی تعداد میں احتجاجی تار اور جلسوں کی تجویزیں بھیجی گئیں۔

اس کے بالمقابل انگریزی و ہندی پریس نے اس مسئلہ پر ایسی مخالفانہ صف آرائی (OPPOSED TOOTH AND NAIL) کا مظاہرہ کیا جس کی مثال شاید تقسیم ہند اور جداگانہ قومیت کے مسئلہ پر بھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ پریس اور فرقہ پرست جماعتوں کی قیادت نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کی اس شدت احساس اس فیصلہ کو تبدیل کرانے کی کوشش کی۔ اور ایک جزوی عائلی مسئلہ میں اسلام کے قانون شرعی پر عمل کرنے کی اجازت کو بحال رکھنے کے مطالبہ کو جس سے ایک فرقہ (مسلمانوں) کے ایک محدود طبقہ (خواتین) کی ایک چھوٹی سی تعداد (مطلقہ خواتین متاثر ہوتی تھی۔ کو اس نظر سے دیکھا گویا اس ملک پر کوئی غیر ملکی طاقت حملہ کرنے والی ہے یا کوئی ہیبت ناک کوہ آتش فشاں پھٹنے والا ہے۔ یا کوئی ملک گیر وبا پھیلنے والی ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے دہلی کے ڈائلاگ اور پریس کانفرنس میں کہا ہے، انہوں نے اس بارے میں اصول "احساس تناسب" (SENSE OF PROPORTION) کو بھی بالائے طاق رکھ دیا"۔ (جاری ہے)

افادات: حضرت مولانا سید شمس الحق افغانیؒ
ضبط و ترتیب: سید حبیب اللہ شاہ

فلسفہ حج بیت اللہ شریف

الحمد وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ (پ ۴)
صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم۔ ونحن علی ذالک من الشاکرین۔

برادران اسلام! میں حج بیت اللہ کے فلسفہ پر کچھ مختصر تقریر آپ کے سامنے کرتا ہوں جس کے بنیادی اجزا درج ذیل ہیں۔

۱۔ انضباط محبت الٰہیہ ۲۔ تشکیل سیاست اسلامیہ ۳۔ تذکرہ حیات خروی ۴۔ امداد جہاد اسلامی

۱۔ انضباط محبت الٰہیہ

حج کے فلسفہ میں پہلی چیز انضباط محبت الٰہی ہے۔ سب سے پہلے دنیا میں محبت ایک ایسی چیز ہے جو حیات انسانی کا بہترین جزو ہے اس میں حیوان اور انسان دونوں برابر ہیں لیکن انسانی محبت کی مابہ الامتیاز دو قسمیں ہیں

۱۔ احساسی محبت۔ ۲۔ روحانی محبت۔

احساسی محبت کی تشریح | اگر ایک انسان کو کھانے پینے اور جماع سے محبت ہے تو یہ سب احساسی محبت ہے اور حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اسے محبت کثیفہ بھی کہتے ہیں۔

روحانی محبت کی تشریح | اس کے مقابلہ میں ایک محبت لطیفہ ہے کہ نامحسوس سے محبت ہو۔ یعنی جس چیز کو آنکھ نہ دیکھتی ہو۔ اس سے محبت ہو اور یہ روحانی محبت پہلی محبت سے بلند ہے۔

نامحسوس چیز محبوب بن سکتی ہے | ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو شک ہو کہ نامحسوس چیز محبوب کیسے بن سکتی ہے تو اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ محبوب بننے کے لیے محسوس ہونا کوئی ضروری نہیں۔ خود نظر نظر نہیں آتی مگر محبوب اتنی ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں آنکھ میں ذرا فرق پڑتا ہے تو ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے یہ خالق کائنات کی قدرت کا ظہور ہے۔

۲۔ دوسرا ہم میں سے ہر ایک کو جان سے محبت ہے اور باقی سب چیزوں سے محبت بواسطہ جان ہے کپڑے

اور مکان کی ضرورت اور ان سے محبت صرف جان کی وجہ سے ہے۔ مگر جان یعنی روح نظر نہیں آتی۔

۳۔ علم سے محبت ہے مگر علم نظر نہیں آتا۔ اور علم محسوس بھی نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا تینوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نامحسوس چیز محبوب بن سکتی ہے روحانی محبتوں کا مقام بہت بلند ہے۔ محبت الٰہی تمام محبتوں سے بلند ہے | اور ان روحانی محبتوں میں سے بلند تر محبت اللہ رب العالمین سے ہے۔ اس لیے شرف انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا محبوب تمام کائنات سے بلند تر ہو اور یہ محبوبیت خاص رب العالمین کی ہے تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی لو اس سے لگا لے۔

فطری محبت | ہر انسان میں فطری طور پر خدا سے محبت موجود ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے تاریخ چلی ہے انسانی فطرت کسی دور میں بھی محبت الٰہی سے خالی نہیں۔ مسجدوں، گرجوں اور مندروں وغیرہ کا وجود اللہ کی محبت کی نشانیاں ہیں۔ یہ تمام عبادت گاہیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ہمارے دل میں کسی نہ کسی صورت میں اللہ کی محبت موجود ہے۔ کسی نے اللہ کی محبت کی صحیح معرفت پائی اور کسی نے غلط جس نے غلط سمجھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اصل کا فقدان ہو۔ مثلاً جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو علاج ضروری ہے اگر صحیح ڈاکٹر سے علاج کیا تو تندرست اگر غلط ڈاکٹر سے علاج کیا تو شفا نہ ہوگی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تلاش ڈاکٹر دلیل علاج ہے۔ اسی طرح مذاہب عالم میں کچھ مذاہب غلط ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اصل مذہب دنیا میں موجود ہے جہاں اللہ نے محبت کا ذکر فرمایا وہاں صرف مومنوں کا ذکر نہیں تمام انسانوں کا ذکر فرمایا۔ مگر مومن کا مقام قوی تر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (بقرہ آیت ۱۶۵)

ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہے۔

(ترجمہ از قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری ص ۳۷)

مومنوں کی محبت زیادہ ہے یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی مذاہب میں بھی محبت موجود ہے۔ مندرجہ بالا تمام بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ فطری جذبہ محبت انسانوں میں موجود ہے۔ اور اس کی تکمیل ضروری ہے۔

تکمیل محبت کے لیے مناسبت کی ضرورت ہے | تکمیل محبت کے لیے کچھ مناسبت ضروری ہے لیکن یہاں تو مناسبت بھی نہیں۔ ہم مکانی ہیں وہ مکانی نہیں۔ ہم زمانی ہیں وہ زمانی نہیں۔ ہم جسمانی ہیں وہ جسمانی نہیں۔ جب

مناسبت نہیں تو محبت کیسے ہوگی ؟ اس لئے فلسفی نقطہ نظر سے ضرورت پڑی کہ تکمیل محبت کے لئے درمیان میں واسطہ رکھا جائے ۔ جو خدا کے جمال کا مظہر ہو ۔ اور زمین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں محبوب ہو ۔ اسلامی توحید کا بلند مقام اس بات کا خواہاں ہے کہ تکمیل محبت فطرت کے لئے جس رابطہ کی ضرورت لازمی پڑی اس کی بتوں سے کوئی مناسبت نہ ہو ۔ وہ بت جن کی پرستش کی جاتی ہے وہ مبصر ، کثیف اور رنگ دار چیزیں ہیں ۔ ایک طرف تو فطری جذبہ کی تکمیل مقصود تھی ۔ دوسری طرف بت پرستی سے تفریق مقصود تھی ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز کا انتخاب کیا کہ اس پر خاص تجلی ہو ۔ اور اس کے لئے مخصوص رقبہ متعین ہونا چاہئے ۔

<u>کعبۃ اللہ ایک خاص تجلی کا نام ہے</u> | ایشیا ، یورپ اور افریقہ کے مرکز میں اللہ تعالیٰ نے چار دیواروں یعنی جدران کعبہ کے اندر اپنی ہوا کی تجلی کا مرکز قرار دیا ۔ دیواروں اور چھت کو تقدس ضرور حاصل ہوگا لیکن یہ کعبہ نہیں بلکہ کعبہ ان کے اندر جو ہوا ہے وہی ہے ۔ اس بات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر کعبہ کی دیواریں ہوتیں تو کئی بار دیواریں گری ہیں ۔

مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے عمارت بنائی تھی ۔ پھر یوسف بن حجاج نے اسے تعمیر کیا لیکن کسی نے یہ اعلان نہیں کیا کہ اب کعبہ گر چکا ہے لہذا نمازیں بند کر دیں ۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کعبہ کے ارد گرد دو پہاڑیاں ہیں ۔ کوہ ابو قبیس اور جبل قیقعان ۔ جو بیت اللہ سے بیسیوں فٹ اونچے ہیں ۔

مندرجہ بالا دلیل سے واضح ہوتا ہے کہ جدران کعبہ کا نام کعبہ نہیں ۔ بلکہ کعبہ اس ہوا کا نام ہے جو جدران سے لے کر اوپر تک ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ آسمان تک تمام تجلی جو کعبہ کی دیواروں میں ہے وہ سب کعبہ ہے ۔ ہوا کو اس لئے متعین کیا کہ تجلی اور متجلی میں مناسبت ہو کیونکہ جس طرح اللہ غیر مبصر ہے اسی طرح ہوا بھی غیر مبصر ہے اور عجیب یہ ہے کہ صنم کی صفات اربعہ میں سے ایک بھی نہیں ۔ ہوا میں نہ کثافت ہے نہ رنگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ کائنات عالم نے بہت سی چیزوں کو پوجا ۔ لیکن انسانیت کی پوری تاریخ میں ہوا کی پوجا نہیں کی گئی ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تجلی رکھی جو شرک سے مبرا ہے ۔

<u>خانہ کعبہ کی اوّلیت</u> | چونکہ اللہ تعالیٰ اول ہے اس لئے اس نے ہوا کو جو اس کی تجلی کا مظہر ہے اسے بھی شرف اولیت بخشا ہے ۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ایک حدیث ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی تشکیل فرشتوں کے ذریعہ فرمائی ۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں بھی فرمایا ہے ۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا (آل عمران ۹۶)

ترجمہ ۔ بیشک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے جو مکہ میں برکت والا ہے ۔

ترجمہ ۔ از قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری صہ ۹۲

مقصودِ حج | حج سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی تکمیل ہو۔

اسباقِ محبت | محبت کے دو سبق ہیں (۱) ترک ما سوی المحبوب ۔ ۲۔ طلب المحبوب لتکمیل المحبت ۔

ان میں سے ایک مثبت اور دوسرا منفی ہے مگر پہلے نفی پھر اثبات۔ اور دیکھو! ایک نبی امیؐ نے بغیر کسی یونیورسٹی کے ہزاروں آدمیوں کو دین سکھایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس کو عرش کی روشنی حاصل ہوا سے فرش کی روشنی کی ضرورت نہیں۔ رمضان شریف کے بعد شوال، ذیقعدہ اور ذوالحج کے دس دن ان کو اشہر حج کہتے ہیں۔ حج صوم کے بعد متصل شروع ہو جاتا ہے۔ تو گویا اتصال ہو گیا۔ روزہ ختم ہونے کے بعد فوراً حج کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ پہلا سبق ہے۔ یعنی تین چیزیں کھانا، پینا اور جماع محبوبات ثلاثہ کو ترک کر کے محبوبِ اعلیٰ پر قربان کیا جائے۔ اس سے سبق اول ختم ہوا۔ اور شوال میں سبق دوم شروع ہوتا ہے۔ یعنی محبوب کی تلاش میں اس کا نام حج ہے۔ حج کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا مقام ہے۔

حج کا مقام | قرآن کریم کی آیت ذیل سے حج کا مقام واضح ہوتا ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ ۔ (آل عمران ۹۷)

ترجمہ۔ اور لوگوں پر گھر کا حج کرنے کا حق ہے۔ (قرآن مترجم از حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری ص ۹۳)

پھر آگے ارشاد فرمایا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران ۹۷)

ترجمہ۔ جو انکار کرے تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے (ترجمہ حضرت لاہوری)

تو مفسرین نے فرمایا کہ من لم یحج کی بجائے من کفر اس لئے فرمایا کہ حج بہت بڑی چیز ہے جو لندن اور واشنگٹن کا حج کرتے ہیں لیکن کعبہ کا حج نہیں کرتے تو اللہ نے فرمایا کہ میرا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

حدیث نے اس پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں طبرانی سے نقل کیا ہے۔

عن ابی امامۃ من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولم یحج حجۃ الاسلام لم یمنعہ مرض حابس او سلطان جائر او حاجۃ ظاہرۃ فلیمت علی ای حالۃ شاء یہودیاً او نصرانیاً (ج ۴ ص ۱۳)

ترجمہ۔ یعنی جو شخص مر گیا اور اس نے حج فرض ادا نہ کیا اسے کسی بیماری، ظالم بادشاہ یا کسی مجبوری نے بھی نہ روکا تو اسے چاہئے کہ مر جائے اور جس حالت چاہے یہودی ہو کر یا عیسائی ہو کر۔

اسی طرح روح المعانی میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اثر منقول ہے

لقد ہممت ان ابعث رجالا الی ہذہ الامصار فلینظروا کل من کان لہ جدۃ فلم یحج

لہ میں نے ارادہ کیا کہ ان شہروں کی طرف چند آدمی روانہ کروں تو وہ (جا کر) دیکھیں ہر اس شخص کو جس کو (حج کی) طاقت ہے لیکن وہ حج نہیں کرتے تو اس پر جزیہ نافذ کریں وہ مسلمان نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

فیضربوا علیھم الجزیۃ ما ھم بمسلمین ما ھم بمسلمین (روح المعانی الجز الرابع س۱۳)

سبق دوم۔ طلب المحبوب لتکمیل المحبت | آدمی جس گروہ کا عمل اختیار کرے اسی گروہ کا لباس پہننا چاہیئے۔ شریعت نے سب سے پہلے عاشقانہ لباس متعین فرمایا کہ ایک کپڑا نیچے دوسرا اوپر ہو اور سب سامان عیش ختم ہوتا ہے۔ بیوی سے صحبت ختم۔ تزئین ختم۔ ایک انگریز نے کہا کہ ایک خاص قسم کا موسم آتا ہے تو مسلمان پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے کہا ؎

زرمز زندگی بیگانہ تر باد
کسے کو عشق را گوید جنون است

ترجمہ۔ راز زندگی سے بیگانہ جو شخص عشق میں مبتلا ہوا ہے (لوگ) دیوانہ کہتے ہیں۔

اس حالت میں اس کا تعیش و تزئین کو ختم کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک خدا کا عاشق ہے باقی سب کو چھوڑ رکھا ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اغنیاء اور امراء کا لباس چھوڑ کر فقراء کا لباس پہنے تاکہ مساوات ہو جائے۔ بقول علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ کفن کی یاد دہانی ہے۔

افعال حج کا فلسفہ | فعل اول۔ حاضری دربار۔ فعل دوم۔ دوری دربار۔

جب عاشق کی نظر خانہ کعبہ پر پڑتی ہے تو بس چکر اردگرد شروع کر دیتا ہے۔ تو اس بناء پر سات مرتبہ طواف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے محبوب! یہ کعبہ تیری تجلی کا مظہر ہے اور میں اس تجلی کا محتاج ہوں۔ اس کے بعد دوسری چیز سعی صفا و مروہ ہے جہاں سے کعبہ نظر آتا ہے جب دور ہو جاتا ہے اور صفا پر کھڑے ہو کر تلبیہ بھی کہتا ہے اور ایک نظر محبوب کی طرف بھی ڈالتا ہے۔ سعی کرتا ہے۔ مروہ پر چڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک دل سیراب نہیں ہوا۔

فصل سوم۔ ذکر المحبوب فی مجمع الناس | اللہ تعالیٰ نے دو مجمع بنائے۔ عشاق رب العالمین اس میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی دبی ہوئی روحیں شعلہ لگاتی ہیں مجموعی زندگی انفرادی زندگی میں مؤثر ہے۔

فصل چہارم۔ محبوب کے مبغوض سے عداوت کا مظاہرہ | چوتھی چیز تکمیل محبت کے لئے یہ ہے کہ محبوب کے مبغوض سے عداوت کا مظاہرہ ہو۔ اور وہ مبغوض شیطان ہے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی ہستی کھڑی کی جائے جس سے شیطان کا تصور قائم ہو سکے۔ کیونکہ یہ شیطان بدبخت بھی نامحسوس ہے تو اس کے قائمقام تین جمرات مقرر کئے۔ مسلمانوں کو حکم دیا کہ عداوت شیطان کے پختہ تصور کے ساتھ تینوں کو شیطان سمجھ کر ان پر کنکریاں مارو۔ تاکہ تکمیل محبت ہو۔

فصل پنجم۔ فلسفہ قربانی | تمام افعال یعنی طواف، سعی، عرفات، مزدلفہ کے بعد صرف ایک چیز باقی رہ

جاتی ہے کہ اپنی جان خدا کے نام پر دے دے۔ مگر حج تو ایک ایسی چیز ہے جس میں شکار کرنا بھی جائز نہیں۔ تو جان کو کیسے مارے اور قربانی کرے یہ تو خودکشی ہے۔

جہاد اور خودکشی میں فرق | ایک بزرگ کا قول ہے کہ جہاد اور خودکشی میں بڑا فرق ہے۔ خودکشی جہنم میں دھکیلتی ہے اور جہاد جنت میں لے جاتا ہے۔ ہمارا جسم کارخانہ کائنات کی مشین ہے۔ اب اگر اللہ کی امانت والی مشین کو انسان خود توڑ پھوڑ دے تو یہ خودکشی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے جرم قرار دیا ہے۔ اگر کسی کارخانہ کی مشین میں خود سرکاری کام ختم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ جہاد ہے اور باعثِ فضیلت ہے تو اللہ تعالیٰ نے دس تاریخ کو انسانی قربانی کی بجائے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اگرچہ قربانی حیوان کی ہے لیکن یہ انسانی قربانی ہی سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی فلسفہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر دنبہ ذبح ہوا۔ اس میں اشارہ تھا کہ ذبح تو جانور ہوگا مگر قائمقام انسان کے سمجھا جائے گا۔

حج کا نفسیاتی اثر | نفسیاتی طور پر نفسیات اور اخلاق پر اس کا یہ اثر پڑتا ہے کہ برائیاں ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسان ایک دفعہ برائیوں سے نکل کر نیکوں کی صحبت میں رہ کر برائیوں کی اصلاح کرے۔

جذبہ سیاحت کی تکمیل | انسان کے قلب میں یہ جذبہ سیاحت موجود ہے۔ اس کو دبایا نہیں جا سکتا۔ تو اس کو برے ماحول سے اچھے ماحول کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔ تاکہ سیاحت کے جذبہ کی تکمیل بھی ہو جائے اور بدعملی اور بری صحبت سے بھی بچ جائے۔

تشکیل سیاست اسلامیہ | سیاست کا لفظ پہلے ابوداؤد میں دیکھا مگر بعد متفق علیہ حدیث بھی مل گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیاست کا نعرہ لگانے والے اس کی تعریف سے واقف نہیں سیاست پیغمبروں سے متعلق ہے۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی اخر

چونکہ بنی اسرائیل کی سیاست، سیاست وقتی تھی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے انا خاتم النبیین لا نبی بعدی!

ترجمہ:- میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس لئے آپ کی سیاست بھی قیامت تک جاری رہے گی۔ اسلامی سیاست بھی مکمل ہے قرآن مقدس میں ہے الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ ۳)

ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا (مترجم مولانا احمد علی لاہوری صنہ ۱۹۰) تو دین ہر لحاظ سے

مکمل ہو گا تو سیاست کے لحاظ سے بھی مکمل ہو گا۔

اسلامی سیاست کی تعریف السیاسۃ ھو الحفاظۃ للحقوق الالھیۃ والحقوق الانسانیۃ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی سیاست ہے اور علماء وصلحاء کی سیاست بھی یہی ہے۔

موجودہ سیاست کی مثال اس کے برعکس عام لوگوں کی سیاست کی تعریف یوں ہو گی۔ کہ سیاست نام ہے حقوق الٰہیہ اور حقوق انسانیہ کے تباہ کرنے کا۔ چند حکومتوں کو چھوڑ کر باقی حکومتوں میں انسانی حقوق تو ہیں مگر حقوق اللہ کا نام نہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ بادشاہ کے گھوڑے کو کھانا وغیرہ سب کچھ دو مگر بادشاہ کو کچھ نہ دو۔

سیاست کے لئے چند ضروری اشیاء سیاست کے لئے چند ضروری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ۱۔ مرکز محسوس۔ ۲۔ مقصدیت۔ ۳۔ مساوات۔ ۴۔ مجاہدہ۔ مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں۔

کعبۃ اللہ کو مرکز بنانے کی ضرورت جس طرح چکی گھومتی رہتی ہے۔ اور نیچے پاٹ میں ایک سوراخ ہوتا ہے وہ ہے مرکز اسے عربی میں قطب الرحی کہتے ہیں۔ اسی طرح زمین کے مرکز میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بنایا مخلوق خدا اس کے گرد گھومتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان سنجر کو خط لکھا کہ:۔

"ملت مرکز محسوس میخواہد" یعنی ملت اسلامیہ کو ایک محسوس مرکز کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مسلمانوں کے لئے ایک مرکز کعبہ بنایا تاکہ ان کے دل اس کی طرف لگے رہیں۔ اور تمہیں اس میں آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ مرتبہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ استقبال قبلہ سے معلوم ہو کہ مسلمانوں کا مرکز خانہ کعبہ ہے۔ استقبال قبلہ تکمیل محبت الٰہی کی دلیل ہے۔ خانہ کعبہ مرکز محسوس ہے اور غیر محسوس وہ اللہ ہے اس لئے فرمایا: حیثما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ (بقرہ ۱۴۴) ترجمہ: اور جہاں تم ہوا کرو اپنے مونہوں کو اس (مسجد حرام) کی طرف پھیر لیا کرو (مترجم قرآن مولانا احمد علی لاہوری صہ ۳۳)

احترام کعبۃ اللہ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا ولا تستدبروھا ولکن شرّقوا او غرّبوا متفق علیہ (مشکوٰۃ صہ۴۲)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پاخانہ کی طرف آؤ تو نہ قبلہ کی طرف کرو اور نہ پیٹھ، بلکہ اپنے منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف۔

ایک اور روایت میں ہے تجاہ الکعبۃ جاء یوم القیامۃ

مقصدیت مقصدیت۔ ملت کو وحدت میں بناتی ہے جب کہ اس میں تین باتیں ہوں۔ ۱۔ لا محدودیت۔

۲ - محبوبیۃ - ۳ - مادیت نہ ہو۔ لامحدودیت سے مرادیہ ہے ۔ کہ اس میں افراد کی کثیر تعداد موجود ہو۔ محبوبیۃ سے مراد یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے سچا عشق پایا جائے ۔ مادیت میں نفی اور اثبات ہے ۔ ایک کو ملے گی اور دوسرے کو نہیں ملے گی۔ محبوبیۃ ہونی چاہیئے۔

مساوات | حج میں تمام اعلیٰ اور ادنیٰ کو ملا دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اونچ نیچ کا تصور ختم ہے ۔ احرام کے وقت تمام امیروں اور غریبوں کے ایک جیسے دو کپڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سال میں ایک دفعہ ضرور مساوات ہونی چاہیئے ۔ اس کے علاوہ تزئین و تعیش کے سامان بھی بند ہونے چاہیئیں۔

تاسیس مرکزیت | اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا انتظام فرمایا کہ بستی کی تنظیم اور مساوات بستی کی مسجد سے ہوگی۔ شہر کی تنظیم و مساوات جامع مسجد سے ہوگی ۔ اور علاقائی مساوات عید کے دن ہوگی ۔ اور عالمی مساوات حج کے دن ہوگی ⁂

حضرت مولانا شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔ انڈیا

اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اسلامی اداروں کا اس میں حصّہ

کچھ عرصہ پہلے حکومت کرناٹک کی جانب سے ایک " زکوٰۃ بورڈ " کے قیام کا اعلان ہوا تاکہ زکوٰۃ کا ایک اجتماعی نظام قائم کیا جاسکے۔ حکومت کے اس اعلان نے دینی حلقوں میں کافی کھلبلی پیدا کردی۔ مختلف لوگوں نے اس کی مخالفت میں خوب مضامین لکھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک سیکولر حکومت کی جانب سے اس قسم کا اقدام اگرچہ غلط اور مسلمانوں کے دین میں مداخلت کے برابر تھا لیکن اگر یہی اقدام ایک اسلامی حکومت یا کسی دینی تنظیم کی جانب سے ہوتا تو اس کا خیر مقدم کیا جاتا کیونکہ اس کا اقدام دین میں بجائے خود مطلوب و مقصود ہے۔ لہذا ہمارے دینی اداروں کو اس سلسلے میں ضرور غور کرنا چاہئے۔

زکوٰۃ کی صحیح حیثیت | زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور عبادت کا ایک حصہ ہے۔ نماز جس طرح حقوق اللہ کی نمائندگی کرتی ہے اسی طرح زکوٰۃ حقوق العباد کا مظہر ہے۔ اور اس کی صحیح ادائیگی اسلامی نظام کی صحت اور اس کی فلاح کا ضامن بن سکتی ہے۔ جس کی وجہ سے کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ غلط افکار اور باطل نظامات کی مؤثر روک تھام میں بھی کافی مدد مل سکتی ہے۔ مگر موجودہ دور میں زکوٰۃ کا صحیح اور اجتماعی نظام نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ جس کی وجہ سے اصل مستحق اکثر و بیشتر اس " خدائی امداد " سے محروم رہ جاتے ہیں اور اس سے وہ فوائد حاصل نہیں ہو پاتے جو غلط اور گمراہ کن نظاموں کے توڑ کے سلسلے میں واقعتہً مطلوب ہیں۔

اس وجہ سے زکوٰۃ کا نظام اجتماعیت کا طالب ہے تاکہ ہر ایک مستحق کو اس کا پورا حق مل جائے۔ اور مسلم معاشرے میں ایسے رخنے پیدا نہ ہوں جس کی وجہ سے اشتراکیت اور دیگر گمراہ کن نظاموں کو اس کے اندر گھسنے کا موقع مل جائے۔ مگر افسوس کہ بدنظمی کے باعث آج کل ایسے حاجت مند جو بظاہر " سفید پوش " نظر آتے ہیں۔ زکوٰۃ کے فوائد سے برابر محروم ہو رہے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف گداگروں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم ہو جائے تو اس قسم کی خرابیاں دور ہوسکتی ہیں۔ اور تمام حق داروں کو ان کا حق مل سکتا ہے۔

زکوٰۃ کا صحیح طریقہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ آج جس طرح "فقراء اور مساکین" کے نام پر بعض لوگ چند بھکاریوں کو لائن میں کھڑا کرکے زکاۃ کی رقم تقسیم کرتے ہیں وہ نہایت درجہ گھٹیا طریقہ بلکہ زکوٰۃ کی توہین ہے۔ اس سے صرف گداگروں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مستحق لوگوں کو تلاش کر کے زکوٰۃ ان تک خود پہنچائی جائے۔ جو ان کی عزت نفس کا بھی باعث ہوگی۔ اس سلسلے میں افراط و تفریط یہ ہے کہ لوگ عموماً کسی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے شخص کو غریب اور کسی سفید پوش کو خوشحال سمجھ لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک غلط معیار ہے کیونکہ حقیقت اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے یعنی یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ بظاہر مفلوک شخص اصلاً فقیر ہو جس طرح یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ اچھے کپڑے پہنا ہوا شخص واقعۃً غنی ہی ہو۔

غرض زکوٰۃ کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ایسے غریب اور محتاج لوگوں کو تلاش کیا جائے۔ جو کسی وجہ سے معاشی جدوجہد کے میدان میں پیچھے رہ گئے ہوں یا ایسے عیال دار لوگ جن کی آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ پریشان رہتے ہوں۔ اسی طرح بے روزگار افراد کو تلاش کر کے انہیں روزگار پر لگایا جائے۔ غریب مقروضوں کے قرضے ادا کر کے انہیں راحت پہنچائی جائے۔ تالیف قلب کے لئے نومسلموں کو نوازا جائے اور انہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد کی جائے۔ جو اپنے معاشرے اور بھائی بندوں کو چھوڑ کر اسلام کی گود میں پہنچ گئے ہوں اور سب سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے یا اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جدوجہد کرنے والوں کی مدد کی جائے۔

یہ زکوٰۃ کے چند مصارف ہیں جن کا تذکرہ سورۃ توبہ کی آیت ۶۰ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت کی ایک مد "فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں) بھی ہے اس کے معنی اگرچہ عموماً جہاد کے لئے گئے ہیں۔ مگر جہاد کی نوعیت ہر دور میں مختلف ہو سکتی ہے۔ خود ایک حدیث کی رو سے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑا جہاد قرار دیا گیا ہے۔ غرض اس مد میں آج جس طرح ہمارے عربی و اسلامی مدرسے آسکتے ہیں۔ اسی طرح اس میں وہ اسلامی تنظیمیں اور علمی و اشاعتی ادارے بھی آسکتے ہیں جو اسلامی افکار و اقدار کی نشر و اشاعت اور باطل نظریات نیز گمراہ کن نظاموں کی بیخ کنی کر کے اسلامی نظام قائم کرنے کی راہ میں عملاً جدوجہد کر رہے ہوں۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ اجتماعی معاملات ہیں۔ جن کی حکمتوں اور مصلحتوں کو انفرادی طور پر ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ اور پھر انفرادی صوابدید سے یہ تمام مقاصد بروئے کار نہیں آسکتے۔ لہذا ہماری اجتماعی زندگی کا تقاضا ہے کہ ہمارے فریضۂ زکوٰۃ کی صحیح تنظیم عمل میں آئے۔ تاکہ افراط و تفریط کے بغیر ہر مستحق ادارے کو اس کا

صحیح حق مل جائے۔ اس وجہ سے زکوٰۃ ایک عبادت ہے۔ اگر یہ کام صحیح بنیادوں پر قائم ہو جائے تو پھر ہماری ملت کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور زکوٰۃ کی قیمتی رقم جو اندھا دھند خرچ کر کے ضائع کی جاتی ہے۔ اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ لہذا ہماری ملت کے دردمند اصحاب کو اس سلسلے میں صحیح اقدام کرنا چاہیئے تاکہ اس کے ذریعے مفید اور ہمہ گیر نتائج نکل سکیں۔

زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ | جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ (عبادت) اور اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے جو افراد ملت کے معاش و معاد یا دنیا و آخرت کی بھلائی کی خاطر فرض کیا گیا ہے اسلامی نکتہ نظر سے زکوٰۃ کے ذریعہ ایک مسلمان کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور اس کی تطہیر عمل میں آتی ہے۔ (دیکھئے سورۃ توبہ آیت ۱۰۳) کیونکہ زکوٰۃ کا نظام اسلامی برادری کی علامت ہے جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت ۱۱ کے ذریعہ اس سلسلے پر روشنی پڑتی ہے جس کے مطابق نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو مسلمانوں کا بھائی کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والے کو بالاجماع کافر قرار دیا گیا ہے۔ دیکھئے علامہ یوسف قرضاوی کی کتاب فقہ الزکوٰۃ جلد اول ص۹۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو آسائش دے رکھی ہے ان کے ذریعہ وہ اپنے کمزور بندوں کی خبر گیری کرانا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے جہاں ایک طرف مالداروں کے دلوں سے مال کی محبت زائل ہو سکے۔ تو دوسری طرف ناداروں کی دیکھ بھال کے ذریعہ ان کے دلوں میں ہمدردی اور انسانیت نوازی کے جذبات بھی پرورش پاتے رہیں۔ یہ دراصل حرص و بخل کو روکنے اور سخاوت و دلداری کو پروان چڑھانے کا ایک نسخہ کیمیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ نہایت درجہ رحیم اور مہربان ہے اس لئے وہ اپنے بندوں پر ربوبیت و رحمانیت کا مظاہرہ چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے دکھی بندے اس کے لطف و کرم سے محروم نہ رہیں۔ لہذا وہ اس مظاہرے کے لئے اپنے نادار بندوں کو ذریعہ و وسیلہ بنانا چاہتا ہے اس لئے مالداروں کو غریبوں اور مسکینوں کی دلداری میں کسی قسم کا بخل یا تنگ دلی کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ مال بھی خدا ہی کا دیا ہوا ہے اور اس کو خدا ہی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق خرچ کرنا ہے۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام مطلوب ہے | زکوٰۃ کی اہمیت اور فرضیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا تذکرہ ایک ساتھ آیا ہے۔ اور انداز خطاب بھی اجتماعی نوعیت کا ہے مثلاً:-

"مسلمانو! نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (بقرہ ۱۱۰)

اس سے اس حقیقت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ زکوٰۃ نماز ہی کی طرح نہ صرف اسلام کا ایک اہم

فریضہ اور رکن ہے بلکہ وہ نماز ہی کی طرح اجتماعی حیثیت سے بھی مطلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے دور میں زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا تھا اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی رورعایت سے انکار کرتے ہوئے نہایت سخت موقف اختیار کیا تھا۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نماز اور زکوٰۃ کے اس باہمی ربط و تعلق اور ان کی جماعتی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"نماز جس طرح جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پا جاتی ہے لیکن اپنی فرضیت کے بعض مقاصد سے دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بیت المال کی مجتمع صورت کے علاوہ بھی ادا ہو جاتی ہے مگر اس کی فرضیت کے بعض مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں جب بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکوٰۃ بیت المال میں داخل نہ کریں گے، بلکہ بطور خود اس کو صرف کریں گے۔ تو شریعت محمدی کے شناسائے راز ان کی اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور بزور ان کو بیت المال میں زکوٰۃ داخل کرنے پر مجبور کیا کہ اگر ان کی یہ بات تسلیم کرلی جاتی تو اسلام کی وحدت کا سررشتہ اسی وقت پارہ پارہ اور مسلمانوں کی امامت و جماعت کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔" (سیرۃ النبی ۵/۱۵۳)

نیز موصوف مزید تحریر کرتے ہیں :۔

جب تک منتشر افراد ایک شیرازہ میں نہیں بندھ جاتے حقیقت میں جماعت کا وجود نہیں ہوتا۔ لیکن جماعت کے وجود کے ساتھ ہی افراد کی طرح جماعت کو بھی ضروریات پیش آتی ہیں۔ جماعت کے کمزوروں، معذوروں اور مفلسوں کی مدد، جماعت اور اس کے اصول کی حفاظت کے لئے سرفروشانہ مجاہدہ کی صورت میں اس کے اخراجات کی کفالت، جماعت کی آمد و رفت اور سفر کے وسائل کی ترقی و تعمیر، جماعت کی خاطر جماعت کے مالی نقصان اٹھانے والوں اور مقروضوں کی امداد کرنا۔ جماعت کے ان کارکنوں کو معاوضہ دینا، جو جماعت کی مذہبی، علمی تعلیمی خدمات بجالائیں۔ اور اس رقم کی فراہمی اور نظم و نسق کے فرائض انجام دیں۔ زکوٰۃ اسی نظام جماعت کا سرمایۂ دولت ہے۔" (سیرۃ النبی ج ۵ ص ۱۷۹)

اسی طرح موجودہ دور کے مشہور عرب عالم علامہ یوسف قرضاوی نے زکوٰۃ کے موضوع پر ایک مفصل اور معرکۃ الآرا کتاب تحریر کی ہے۔ اس میں موصوف نے زکوٰۃ کی اجتماعیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلام ایک مکمل اور رہنما پیغام کا حامل ہے۔ وہ عقیدہ و نظام اور اخلاق و قانون کا مجموعہ ہے۔ وہ فرد کی آزادی اور اس کی تکریم کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی ترقی اور بھلائی کا بھی علمبردار ہے۔ اور اس چوکھٹے میں زکوٰۃ کا نظام افرادی طور پہ نہیں بلکہ حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ کا مصرف صرف فقراء اور مساکین ہی کے لئے نہیں بلکہ اس سے مسلمانوں کے مصالح عامہ بھی مقصود ہیں جن کا صحیح اندازہ افراد

نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کا صحیح اندازہ مسلمانوں کی جماعت کے معاملہ فہم لوگ اور اہل شوریٰ ہی کر سکتے ہیں جیسے تالیف قلب، جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری اور اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کی تیاری وغیرہ امور کے لئے خرچ کرنا۔ (خلاصہ از فقہ الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۰۵۶)

ان اقتباسات سے ظاہر ہوگیا کہ زکوٰۃ کی اجتماعی حیثیت سے کس قدر اہمیت ہے۔ مگر ہمارے موجودہ طرز عمل نے اس کو ایک ناکارہ اور فرسودہ چیز بنا کر رکھ دیا ہے۔ بغرض اس بحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ افراد ملت اگر فرداً فرداً اپنی ذاتی صوابدید کے مطابق زکوٰۃ کی رقم صرف کرتے رہیں تو اس سے وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اسلام کی نظر میں مجموعی طور پر مطلوب ہیں۔ لہذا ایک اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل رہتا ہے کہ وہ افراد ملت سے زکوٰۃ وصول کرکے مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ ملت کے اجتماعی امور اور جماعتی مفادات کو بھی پیش نظر رکھے۔ اس طرح انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ مضبوط و مستحکم ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کے مطلوب و مقصود ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی متعدد آیات رہنمائی کرتی ہیں مثلاً:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے۔

"تم مسلمانوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ نکالو" (توبہ ۱۰۳)

نیز زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین یعنی کارکن مقرر کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

"اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا بھی اس میں حق ہے" (توبہ ۶۰)

ظاہر ہے کہ اس سے اجتماعی نظام کی تاکید نکلتی ہے۔

اس طرح مسلمانوں کے امام یا خلیفہ کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اجتماعی طور پر زکوٰۃ وصول کرکے ملت کی بہبودی پر خرچ کرے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ جہاں پر اسلامی حکومت نہ ہو وہاں کیا کیا جائے؟ تو اس کا حل یہ ہے کہ وہاں پر خود مسلمان اپنی "تنظیمیں" قائم کرکے زکوٰۃ کا اجتماعی نظام جاری کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری ملت آج جن مشکلات اور ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اس سے نجات کا راستہ نکالا جا سکے۔ اور ایسی تنظیمیں اپنے تنظیمی اخراجات کے لئے حسب ضرورت زکوٰۃ کی رقم خود لے سکتی ہیں اور یہ حق انہیں خود قرآن ہی عطا کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

"والعاملین علیہا" یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا بھی اس میں حق ہے (توبہ ۶۰)

اس طرح کتاب الٰہی میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے مگر یہ ہماری غفلت اور کوتاہی ہے کہ ملت کے ایک ضروری اور ناگزیر فریضے کی ادائیگی میں ہم محض چند اندیشوں کی وجہ سے دلچسپی نہیں لے رہے۔ اگر

زکوٰۃ کی صحیح تنظیم قائم ہو جائے تو ہماری ملت کی کایا پلٹ سکتی ہے اور ہمارے عربی مدارس اور اسلامی اداروں کو بھی ان کا پورا پورا حق مل سکتا ہے۔ لہٰذا اس راہ میں اگر چند مخلص اور باہمت لوگ آگے بڑھیں تو یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے جو انجام نہ پا سکے۔

مگر اس سلسلے میں ایک مشکل یہ ہے کہ ہمارے عربی مدرسوں میں باہم برادرانہ تعلقات کے بجائے آپس میں رقابت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کی زیادہ سے زیادہ رقم اسے ملے ظاہر ہے کہ کسی اجتماعی نظام کے پروان نہ چڑھنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے حالاں کہ اگر اجتماعی نظام قائم ہو جائے تو پھر ان کا حق انہیں گھر بیٹھے مل سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا نظامِ تعلیم درست کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انہیں شہر شہر اور گلی گلی دورے کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ سچ پوچھئے تو اس کی وجہ سے ایک عظیم تعلیمی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

کیا اسلامی اداروں اور دینی علوم کی نشر و اشاعت کے لئے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جا سکتی ہے؟

یہ آج ایک اہم ترین سوال ہے اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کی رقم گداگروں اور پیشہ ور بھکاریوں کو تو دی جا سکتی ہے مگر کسی اسلامی ادارے کے کارکن یا دینی و علمی خدمت کرنے والے کو نہیں دی جا سکتی۔ یہ ایک غلط تصور ہے۔ اسی طرح بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس ادارے یا مدرسے میں ایسے طلبہ نہ ہوں جن کے "کھانے پینے" کا انتظام نہ ہو تو وہاں بھی زکوٰۃ کی رقم نہ دینی چاہیئے۔ یہ بھی ایک غلط تصور ہے جو زکوٰۃ کی روح کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن حکیم کی رو سے زکوٰۃ کے سب سے زیادہ مستحق وہ علماء یا دینی خدمت گار ہیں جو یکسوئی کے ساتھ خدا کی راہ میں مصروفِ عمل ہونے کے باعث معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل ہی نہ ہوں۔ جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس لئے وہ محتاج ہونے کی بنا پر اس رقم کے سب سے زیادہ حق دار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بات عقلی اعتبار سے بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے دینی خدمت گار زکوٰۃ کے مستحق نہ ہوں تو پھر بھلا اور کون ہوگا؟ اور وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کس طرح پوری کر سکیں گے؟ ظاہر ہے کہ جب چند "ادھر ادھر کے لوگ" زکوٰۃ کی ساری رقم سمیٹ کر لے جائیں تو پھر دینی خدمت گاروں کا کیا ہوگا؟

مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کی رقم کن کن مدّوں میں صرف کی جا سکتی ہے؟ تو سورہ توبہ کی آیت ۶۰ کے مطابق اس کے حسب ذیل آٹھ مد قرار دئے گئے ہیں۔

۱۔ فقراء کے لئے۔ اور فقراء سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس تھوڑی سی غذا یا ضرورت سے کم اثاثہ ہوں یعنی جن کی آمدنی ان کی ضروریات کے لئے ناکافی ہو۔

۲۔ مساکین کے لئے ۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو یعنی بے کس و بے سہارا۔

۳۔ عاملین زکوٰۃ کے لئے ۔ یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ وصول کرنے والے ہوں اس مد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی رقم میں رکھ چھوڑا ہے اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے یہ شق زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی طالب ہے ۔ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مستقل کارکنوں کا قیام جماعتی زندگی کا متقاضی ہے۔

۴۔ جن لوگوں کی دلجوئی مقصود ہو یہ مد خاص کر نومسلموں سے متعلق ہے ۔ اور یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ موجودہ دور میں اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے ۔

۵۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ۔ موجودہ دور میں اس کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے اب یہ ایک "محفوظ مد" شمار کی جا سکتی ہے ۔ یعنی جب کوئی ایسا دور آئے جس میں پھر سے غلامی کا رواج ہو جائے ۔ تو ایسے موقع پر انسداد غلامی کے لئے اس مد کو پھر سے کام میں لایا جا سکتا ہے۔

۶۔ قرضداروں کے لئے ۔ یعنی وہ لوگ جو کسی گھاٹے یا خسارے کی وجہ سے قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں۔

۷۔ اللہ کی راہ میں ۔ اور یہی شق اس وقت زیر بحث ہے ۔ اور اس پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے ۔

۸۔ مسافروں کے لئے ۔ یہ شق بھی آج کل تقریباً معطل ہو کر رہ گئی ہے ۔

اب ملاحظہ ہو وہ آیت کریمہ جس میں ان تمام مدوں (مصارف) کا ذکر کیا گیا ہے ۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

زکوٰۃ محتاجوں، مفلسوں اور اس کی وصولی کرنے والوں کا حق ہے ۔ اور جن کی دلجوئی کرنی ہے ۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ۔ قرض داروں کے لئے ۔ اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے ۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔ (توبہ ۶۰)

ملت کی بہبودی کا وسیع منصوبہ غور کیجئے ان آٹھ مدوں میں کتنی جامعیت ہے ۔ اور اسلام ملت کی بہبودی کے لئے کس قدر وسیع منصوبہ رکھتا ہے ۔ مگر ہم نے اپنی ناواقفیت کی بنا پر زکوٰۃ کا ایک نہایت درجہ تنگ اور محدود دائرہ بنا لیا ہے ۔ جس کی وجہ سے علماء اور خادمانِ ملت کو اکثر و بیشتر ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اور بعض اوقات عزت نفس کا سودا بھی کرنا پڑتا ہے ۔ نتیجہ یہ کہ غیور اور خوددار قسم کے لوگ اکثر و بیشتر اس خدائی امداد سے محروم ہی رہ جاتے ہیں جب کہ پیشہ ور قسم کے گداگروں کی خوب بن جاتی ہے ۔ یہ صورت حال نہایت درجہ افسوسناک ہے ۔ اور جتنی جلد ہو سکے اس کا خاتمہ ہونا چاہئے ۔

واضح رہے کہ ان آٹھ مدوں میں سے کوئی بھی مد منسوخ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرض قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

« فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ » یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے

ہاں البتہ کسی دور ضرورت اور مصلحت کی بنا پر کوئی مد "معطل" ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں "تالیف قلوب" کو معطل کر دیا تھا مگر وہ منسوخ نہیں ہے کیونکہ اللہ کے مقرر کردہ فرائض کو کوئی بھی منسوخ نہیں کر سکتا۔

فی سبیل اللہ سے مراد کیا ہے؟ اوپر زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف گنائے گئے ہیں ان میں سے ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔ اور اللہ کے راستے سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے بعض فقہا نے اس سے جہاد مراد لیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک تمام امور خیر مراد ہیں (دیکھئے تفسیر کبیر ۱۶/۳ ۱۱ طبع جدید)

اور یہ اختلاف خود فقہ حنفی میں بھی موجود ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مستند ترین کتاب دُرمختار اور اس کی شرح ردالمحتار یعنی فتاویٰ شامیہ کی رو سے فی سبیل اللہ کی حسب ذیل چار صورتیں (اختلاف اقوال کے مطابق) ہو سکتی ہیں۔

۱۔ بچھڑے ہوئے غازی (امام ابو یوسف کے نزدیک)

۲۔ بچھڑے ہوئے حاجی (امام محمد کے نزدیک)

۳۔ طالب علم (فتاویٰ ظہیریہ کے مطابق)

۴۔ تمام امور خیر (بدائع الصنائع مولفہ امام کاسانیؒ کے مطابق)

اور ان چاروں صورتوں میں زکوٰۃ لینے والے شخص کا محتاج یعنی ضرورت مند ہونا شرط ہے۔ (فتاویٰ شامیہ ج ۲ ص ۶۶)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں کام کرنے والا کوئی بھی شخص زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ضرورت مند ہو۔ اس اعتبار سے زکوٰۃ کا مستحق بننے کے لئے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ وہ اللہ کی راہ میں کام کرنے والا ہو۔

۲۔ اور وہ ضرورت مند ہو۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم حنفی تحریر کرتے ہیں کہ "تمام صورتوں میں فقر و احتیاج ضروری ہے" (بحر الرائق ۲/۲۶۰)

یہ مسئلہ فقہ حنفی کے مطابق ہے جس میں فی سبیل اللہ کے تحت زکوٰۃ لینے والے کے لئے محتاج ہونا ضروری ہے جب کہ دوسرے فقہا کے نزدیک یہ شرط غیر ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے نص قرآنی پر زیادتی لازم آتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے علامہ یوسف قرضاوی کی کتاب "فقہ الزکوٰۃ"

چنانچہ مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب "الروضۃ الندیۃ" میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

"سبیل اللہ" سے مراد اللہ کی طرف پہنچانے والے راستے ہیں۔ اور جہاد اگرچہ سب سے بڑا راستہ ہے لیکن اس مصرف کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ہر اس چیز میں صرف ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف جائے۔ یہ آیت کے لغوی معنی ہیں اور جہاں نص شرعی نہ ہو وہاں پر لغوی معنی سے واقفیت ضروری ہو جاتی ہے۔ پھر آپ مزید تحریر کرتے ہیں کہ:-

فی سبیل اللہ میں ان علماء پر خرچ کرنا بھی ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کے مصالح دینیہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے مال میں ان کا بھی حصہ ہوگا۔ خواہ وہ مالدار ہوں یا نادار، بلکہ ان پر خرچ کرنا بہت ہی ضروری ہے اس لئے کہ علماء انبیاء کے وارث اور دین کے حامل ہیں جن کے ذریعہ اسلام اور شریعت مصطفوی کی حفاظت ہوتی ہے (بحوالہ فقہ الزکوٰۃ ۲/۶۴۷، ۶۴۸)

اس اعتبار سے فی سبیل اللہ ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں دین اسلام کی خدمت اور اس کا دفاع کرنے والے سبھی شریک ہو سکتے ہیں۔ جن کا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہو۔ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے ہر طرح سے وقف کر رکھا ہو۔ اور ایسے "دینی خدمت گاروں" کو خود قرآن مجید نے استحقاق کے اعتبار سے پہلے نمبر پر رکھا ہے چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی قرآن مجید کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

فقراء میں ان خوددار اور مستور الحال شرفا کو ترجیح دی ہے جو دین اور مسلمانوں کے کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے نوکری چاکری یا بیوپار نہیں کر سکتے۔ اور حاجت مند ہونے کے باوجود کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور اپنی آبرو اور خودداری کو ہر حال میں قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

ان مفلسوں کو دینا ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں اور زمین میں (روزی حاصل کرنے کے لئے) چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو بے احتیاج سمجھتے ہیں۔ تم ان کو ان کے چہرے سے پہچان سکتے ہو کہ وہ حاجت مند ہیں۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

(بقرہ ۲۷۳ - سیرت النبی ۵/۱۶۲)

اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے لوگ کون ہیں؟ اس اعتبار سے اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہونے کا مصداق

مطلب یہ ہوا کہ اس سے مراد اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے والے ہیں اور مختلف تفسیروں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر میں متعدد روایات مذکورہ بالا آیت کریمہ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ کی تفسیر میں اس معنی کی نقل کی ہیں کہ اس سے مراد اصحابِ صُفّہ اور خاص کر فقرائے مہاجرین ہیں جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ اور دین کی خدمت میں لگ گئے تھے۔ اور اس بنا پر وہ کوئی کسبِ معاش یا تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں ان کا کوئی گھر بار تھا اور نہ رشتہ داری تھی۔ بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق ان میں سے ستر آدمیوں کے پاس تو ایک چادر بھی نہ تھی (خلاصہ از تفسیر درمنثور ۱/ ۳۵۸)

اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس سے مراد مجاہدین ہیں۔ مگر امام قرطبی نے تصریح کی ہے کہ یہاں پر مراد (اصلاً) فقرائے مہاجرین ہیں اور یہ آیت بعد میں شامل ہونے والے فقرائے صفہ کے لئے بھی عام ہے اور اس میں فقرائے مہاجرین کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت سوائے ان کے اور کوئی موجود نہ تھا اور وہ اصحاب صفہ تھے جو تعداد میں چار سو کے قریب تھے۔ (تفسیر قرطبی ۱/ ۳۴۰)

نیز امام رازی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت فقرائے مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو چار سو کے قریب تھی۔ اور وہ اصحابِ صفہ تھے جن کا مدینے میں نہ گھر بار تھا اور نہ رشتہ داریاں۔ وہ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے اور روزہ رکھتے تھے اور یہی لوگ ہر غزوہ میں جنگ کے لئے نکلتے تھے۔ (تفسیر کبیر ۷/ ۶۹)

اس طرح یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ ان کی دوہری حیثیت تھی وہ طالب علم بھی تھے اور غازی بھی۔ لیکن مجموعی اعتبار سے وہ طالب علم اور دینی خدمت گار ہی تھے۔ جو اللہ کے راستے میں گھرے ہوئے تھے اور اس اعتبار سے وہ ہر قسم کی "دینی خدمت" کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

اس لحاظ سے قیامت تک جو بھی لوگ دین کی خدمت میں گھرے ہوئے ہیں وہ اس آیت کریمہ کے تحت آ سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ "ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں"

اور مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ اور اس کی شرح اس طرح کی ہے۔

"اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں (اور اس خدمتِ دین ہی میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طالب معاش کے لئے) کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے۔ (اور) ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے۔ ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان لوگوں کو ان کے طرز ہیئت سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ اور بدن میں ایک گونہ اضمحلال ضرور آ

جانا ہے اور یوں وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے (جس سے کوئی ان کو حاجت مند سمجھے یعنی مانگتے ہی نہیں اکثر جو لوگ مانگتے ہیں وہ لپٹ کر ہی مانگتے ہیں) اور (ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) تم جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔ (تفسیر بیان القرآن ۱/۱۶۴)

مولانا مفتی محمد شفیع نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "فقراء سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو دینی مشغولیت کی وجہ سے دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے (تفسیر معارف القرآن ۱/۶۴۲)

اور علامہ سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی میں ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں۔

"فقراء اور مساکین میں وہ تمام اہل حاجت داخل ہیں جو اپنی محنت و کوشش سے اپنی روزی کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے بوڑھے، بیمار، اندھے، لولے، لنگڑے، مفلوج، کوڑھی یا وہ محنت کر سکتے ہیں لیکن موجودہ حالت میں دین و ملت کی کسی ایسی ضروری خدمت میں مصروف ہیں کہ وہ اپنی روزی کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ جیسے مبلغین مذہبی معلمین، بالغ طالب علم وغیرہ جو

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ۔

میں اسی طرح داخل ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اصحاب صُفہ داخل تھے۔ اور وہ کم نصیب بھی داخل ہیں جو اپنی پوری محنت اور کوشش کے باوجود اپنی روزی کا سامان پیدا کرنے سے اب تک قاصر رہے ہیں اور فاقہ کرتے ہیں۔ (سیرۃ النبی ج ۵ ص ۱۶۷،۱۷۵)

<u>دینی خدمت گار زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں</u> | بعض مصارف زکوٰۃ کے مطابق فقراء و مساکین میں اگرچہ ہر قسم کے مفلس اور حاجت مند داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر قرآن کی تخصیص (للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ) کے مطابق فقراء میں ترجیح دینی خدمت گاروں کو دینی چاہئیے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کی مد ۱ اور ۲ کے مطابق مفلسوں اور محتاجوں میں سب سے پہلا نمبر "دینی خدمت گاروں" کا ہے۔ اور امام رازی نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر ۷/۹)

اور یہ بات عقلی اعتبار سے بھی بہت ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے دو محتاجوں جن میں ایک صرف اپنے لئے کام کرتا ہے اور دوسرا ملت کے لئے کام کرتا ہے۔ مال زکوٰۃ کا زیادہ مستحق (یعنی پہلے نمبر پر) وہی ہو سکتا ہے جو ملت کے لئے کام کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ ملت کو نفع پہنچا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک "عالم فقیر" کو ایک "جاہل فقیر" پر ترجیح دینی چاہئے۔ (دیکھئے عینی الہدایہ ۱/۸۲۲)

مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگ عموماً کسی بھکاری کو تو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ لیتے ہیں مگر کسی "سفید پوش" مفلوک الحال شخص کو مستحق زکوٰۃ تصور کرنے کے لئے آسانی سے تیار نہیں ہوتے حالاں کہ اوپر جو آیت نقل کی

گئی ہے۔ اس کے ذریعہ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی نظر میں اصل مفلس کون ہے۔ اور اس کی خصوصیات کیا ہیں؟ واضح رہے کہ لفظ فقیر اور مسکین کا عربی میں وہ مفہوم نہیں ہے جو اردو زبان میں چل پڑا ہے۔ ہمارے عرف میں تو فقیر اسے کہتے ہیں جو کسی فٹ پاتھ پر بیٹھا بھیک مانگ رہا ہو۔ یا گھر گھر گھوم پھر کر خیرات جمع کر رہا ہو۔ جب کہ عربی میں فقیر اسے کہتے ہیں جو تھوڑی سی غذا کا مالک ہو مَنْ لَا یملك الّا اقل القوت اور اس اعتبار سے اس کا بھکاری ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس طرح ایک شخص کوئی کام دھندہ والا ہوتے ہوئے بھی "فقیر" کہلا سکتا ہے اور مذکورہ بالا آیت کی رو سے فقیر صحیح معنی میں وہ ہے جو قلت غذا یا ناکافی ضروریات کے باوجود اپنی عزت و آبرو اور خودداری کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اور در بدر بھیک مانگنا تو درکنار کسی سے لپٹ کر یا اصرار کے ساتھ سوال بھی نہ کرے۔ اور اس قرآنی تعلیم کی شرح حدیث رسولؐ میں اس طرح آئی ہے۔

"مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک یا دو لقمے دربدر پھرایا کرتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ جو حاجت مند تو ہے مگر اس کا (بظاہر) پتہ نہیں چلتا۔ اور وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔"

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/۱۹)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ "مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے کتراتا ہو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو۔ "ترجمہ۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے" (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۹)

علم دین کی رسوائی ان احادیث سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ کوئی شخص حاجت مند ہونے کے باوجود لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ملت کے ذمہ دار لوگ "فقراء اور مساکین" کو تلاش کر کے ان کی ضروریات خود ان تک پہنچائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات اجتماعی نظام کی طالب ہے اور اجتماعیت کے بغیر یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔ اور اس کے بغیر علماء اور دینی خدمت گاروں کی خودداری بحال نہیں ہو سکتی مگر واقعہ یہ ہے کہ آج علماء اور دینی خدمت گار اپنی خودداری کو تیاگ کر کے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ کیونکہ اب یہ زندگی اور موت کا سوال بن گیا ہے اس کے بغیر دینی مدرسوں اور اداروں کا چلنا سخت دشوار ہو گیا ہے اور بعض مقامات پر انہیں ذلیل بھی ہونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ کار میں نہ صرف علمائے دین کی رسوائی ہے بلکہ خود علم دین کی بھی اہانت ہے۔ اور بعض غلط مسائل کے رواج پا جانے کی وجہ سے مختلف حیلے بہانے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کو جھوٹ بولنے پر بھی مجبور ہونا پڑتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

واضح رہے کہ زکوٰۃ کوئی بھیک کی چیز نہیں بلکہ خداوند کریم کی جانب سے عائد کردہ ایک فریضہ

اور دینی خدمت گاروں کا ایک شرعی حق ہے۔ اور یہ حق انہیں بغیر دست سوال کے ملنا چاہئے۔ ورنہ دینی خدمت کے میدان میں کوئی انقلاب نہیں آسکتا۔ کیونکہ باصلاحیت لوگ اس "خارزار" میں قدم رکھنے کے بجائے اپنے لئے کوئی دوسرا میدان منتخب کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی خدمت کے میدان میں نتائج تقریباً صفر ہو کر رہ گئے ہیں۔ بلکہ اب تو نتائج کی کسی کو پروا بھی نہیں رہی۔

بعض خرابیاں اور ان کی اصلاح | جیسا کہ مصارف زکوٰۃ کی تفصیل سے واضح ہو گیا نظامِ زکوٰۃ کے ذریعہ اسلامی معاشرے کی مکمل فلاح و بہبود مقصود ہے اور یہ ایک مکمل فلاحی پروگرام اور اسلامی معاشیات کا ایک اہم ترین ستون ہے مگر آج جو رواج عام ہو گیا ہے اس کی رو سے زکوٰۃ یا تو کسی بھکاری کو دی جاتی ہے یا پھر ایسے مدرسے کو جس میں "کھانے والے" طلبا موجود ہوں اور عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اس میں مدرسے والوں کی کوتاہیاں بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے محض اپنے مفاد کی خاطر عوام کے ذہنوں میں یہ غلط تصور بٹھا دیا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں بعض مکتب چلانے والوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارے یہاں کھانے والے طلبہ موجود ہیں کیونکہ اس کے بغیر انہیں چندہ یا زکوٰۃ نہیں ملتی۔ حالاں کہ یہ نہ کوئی شرط ہے اور نہ اس قسم کا جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت۔ زکوٰۃ کی رقم صرف "کھانے پینے" یا صرف طالب علم ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر قرآنی آیت کی تفسیر میں اہلِ علم کی رائیں بیان کی جا چکی ہیں۔ بلکہ اس سے طالب علموں کے ساتھ ساتھ معلمین اور ہر قسم کے دینی خدمت گار بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ مسئلہ کہاں سے نکالا گیا ہے جو عوام کے ذہنوں میں پوری طرح چپک گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی علماء ہی کی کوتاہی ہے۔ جو محض اپنے مفاد کے لئے عوام کو صحیح مسائل سے آگاہ نہیں کرتے گویا کہ حالات سے سبھی نے طوعاً و کرہاً ایک طرح سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ لیکن اگر نظامِ زکوٰۃ کو متحرک بنانا اور اس کی برکتوں سے مسلم معاشرے کو مالا مال کرنا ہو تو اس قسم کے غلط تصورات کا خاتمہ ضروری ہے۔

اور پھر فقہ حنفی میں "تملیک" (زکوٰۃ کی رقم کا کسی کو مالک بنانے) کی جو شرط ہے اسے پوری کرنے کے لئے عربی مدارس کے ذمہ داروں کو "عجیب و غریب" حیلوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ کھانے والے طلبہ کے نام پر صرف زکوٰۃ وصول کر لینا بھی کافی نہیں ہوتا۔ اور اس اعتبار سے یہ پوری کارروائی ایک گورکھ دھندہ بن کر رہ گئی ہے اس سے تو یہ بہتر ہے کہ تملیک کی شرط کو غیر ضروری قرار دے کر سیدھے طریقے سے اس سے چھٹکارہ حاصل کر لیا جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ اصلاحی قدم کون اٹھائے گا؟

واضح رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے فقہ حنفی میں تملیک کی جو شرط پائی جاتی ہے وہ کوئی "نص" نہیں بلکہ صرف ایک فہم و قیاس ہے چنانچہ علامہ یوسف قرضاوی نے اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے اس کو غیر ضروری

بتایا ہے۔ موصوف تحریر کرتے ہیں کہ وہ مسافر جنہیں قرآن میں "فی" کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ان میں تملیک کی شرط ضروری نہیں ہے۔ اسی بنا پر کچھ فقہا نے غلاموں کی آزادی اور میت کے قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے جائز سمجھی ہے۔ جس میں ظاہر ہے کہ تملیک نہیں پائی جاتی۔ پھر یہ کہ اولوالامر کو دینے سے تملیک کی شرط تو پوری ہو ہی جاتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب زکوٰۃ رقم کو فقیر ہی کے ہاتھ میں دے۔ اس لئے اگر امام یا اس کے نائب نے زکوٰۃ کی رقم لے لی تو اسے ان مصارف میں صرف کرنے کا حق حاصل ہوگا (فقہ الزکوٰۃ ۲/۶۵۱)

اس طرح بعض مسائل پر نظر ثانی کر کے اصلاحی قدم اٹھانا نہایت ضروری ہے۔ اور اس اقدام سے بہت ساری خرابیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے علماء کو چند بے بنیاد اندیشوں کے تحت نئے فیصلوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ علماء کا کام تو اصلاح ملت اور اصلاح معاشرہ ہے اور پھر "فقہ اسلامی" کوئی جامد شئے یا "پتھر کی لکیر" نہیں ہے۔ بلکہ اس کو زمانے کی کروٹوں کے ساتھ متحرک اور فعال ہونا چاہیے۔ لہٰذا علماء کو چاہیے کہ موجودہ خرابیوں کو دور کرنے کی غرض سے فتاویٰ میں اصلاح کریں اور قرآن و حدیث کی صحیح روح پیش نظر رکھتے ہوئے نئے فیصلے کریں جس کے باعث امت مسلمہ چین اور سکون کا سانس لے سکے۔

تقریباً دس سال پہلے کی بات ہے کہ راقم سطور دارالعلوم دیوبند میں مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب سے ملاقات کے موقع پر ان کی خدمت میں فرقانیہ اکیڈمی کا ایک کتابچہ "زکوٰۃ کا ایک مصرف فی سبیل اللہ" پیش کرتے ہوئے اس پر موصوف کی رائے طلب کی تھی۔ تو موصوف نے اس موقع پر اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہاں اب فتوے کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ ہماری ملت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے اور امید ہے کہ ہمارے مفتی صاحبان اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے دور اندیشی کا ثبوت دیں گے۔

اسلامی خدمت گاروں کی دوہری حیثیت

الغرض اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ اس مسئلے کی تحقیق میں تھا کہ زکوٰۃ کے مصرف کے مطابق اصل "فقراء" کون ہیں؟ یعنی وہ مفلس و محتاج جو زکاۃ کے سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ اس کے علاوہ خود فی سبیل اللہ کی مد میں بھی ایسے لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو دینی خدمت میں مشغول ہوں۔ چنانچہ پچھلے صفحات میں درمختار اور فتاویٰ شامیہ کے حوالے سے تفصیل گزر چکی ہے۔ اور اس اعتبار سے "دینی خدمت گار" گویا کہ دونوں طرح سے مستحق زکوٰۃ قرار پاتے ہیں اور دونوں اعتبار سے ان کا استحقاق ثابت ہوتا ہے یعنی ایک تو "فقیر" (مفلس و ضرورت مند) ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے "اللہ کی راہ میں کام کرنے والے" کی حیثیت سے۔ گویا کہ یہ تاکید مزید ہے۔ مگر اس کے باوجود ایسے لوگ آج اکثر و بیشتر محروم دکھائی دیتے ہیں تو اس کی وجہ ہماری ناواقفیت ہے۔ اور اس میں اہل علم کے تساہل کو بھی بہت کافی دخل ہے۔

... کے فائدے کی صورت

یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ ایک طالب علم جو کسی اسلامی

مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اور ایک عالم جو کسی اسلامی ادارے میں دینی علوم کی تحقیق و تفتیش اور ان کی نشر و اشاعت کر رہا ہے۔ یا تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ دونوں ایک ہی عمل میں مصروف ہیں۔ پہلا شخص اگر دینی علوم کی تحصیل کر رہا ہے تو دوسرا دینی علوم کو پھیلا رہا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا شخص محتاج ہونے کی بنا پر زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے تو دوسرا شخص بھی اسی علت کی بنا پر بدرجہ اولیٰ اس کا مستحق بن سکتا ہے۔ لہٰذا عقلی اعتبار سے ان دونوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس لحاظ سے عربی مدارس کے طلبہ اور اسلامی اداروں کے علماء و فضلاء اور کارکنان ایک ہی صف میں شامل ہیں اور ان سب کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک طبقہ کو نوازتے ہوئے کسی دوسرے طبقے کو محروم رکھنا بڑی کوتاہی ہے جس کی وجہ سے دینی خدمت گاروں کی دل شکنی ہوگی، اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہے کہ دین اسلام کا نقصان ہو سکتا ہے۔

ہمارے علماء کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس صورت میں خود ان کا فائدہ ہے۔ کیونکہ اس طرح طلبہ کے ساتھ وہ خود بھی مستحق زکوٰۃ بن سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ بعض پیچیدہ مسائل اور گورکھ دھندوں سے بھی نجات پا سکتے ہیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بشرطیکہ ان گذارشات کی روشنی میں اپنے فتاویٰ میں تھوڑی سی تبدیلی کر لیں۔ اور ان گذارشات کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔

جہاد علمی و قلمی بھی ہو سکتا ہے اس موقع پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہنی چاہیئے کہ فی سبیل اللہ سے مراد لازمی طور پر جہاد نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کی تفسیر سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہے لیکن اگر بالفرض اس سے جہاد ہی مراد لیا جائے تو یہ کوئی ضروری ہے کہ اس سے مراد جسمانی جہاد یعنی جنگ و جدل ہی ہو۔ بلکہ جہاد کی اور بھی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شکل علمی و قلمی جہاد بھی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا

اور تم قرآن کے ذریعہ کافروں سے بڑا جہاد کرو (فرقان ۵۲)

اور جہاد قولی یعنی وعظ و نصیحت کے طور پر بھی ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی تم کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ (توبہ ۷۳)

پہلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے بڑا جہاد تو قرآن ہی کے ذریعہ کرنا ہے۔ یعنی قرآنی حقائق و معارف کے ذریعہ باطل قوتوں کا مقابلہ زور شور سے کرنا ہے۔ یہی اصل جہاد ہے۔ اور دوسری آیت میں لسانی جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "منافقین سے جہاد کا مطلب

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ جہاد سے مراد زبانی جہاد ہے کہ ان کو اسلام کی حقانیت سمجھنے کی دعوت دیں تاکہ وہ اپنے دعوائے اسلام میں مخلص ہو جائیں (تفسیر معارف القرآن ۴/۷۲۲)

لہٰذا جہاد کا مطلب لازمی طور پر تلوار اٹھانا نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلا نمبر لسانی اور علمی و قلمی جہاد ہے۔ اور جہاد بالسیف کا نمبر سب سے آخر میں آتا ہے۔ جب کہ اولین مراحل ناکام ہو جائیں۔ دعوت اسلامی میں یہ ترتیب ہمیشہ ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور بعض حدیثوں کے مطابق ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا افضل ترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔ (ترمذی کتاب الفتن ۲/۱۳۳۰)

اس کا مطلب ہے کہ حق بات کی ترویج و اشاعت مقدم ہے۔ کیونکہ اتمام حجت کے لئے سب سے پہلے حق بات پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جصاص رازی حنفی علمی جہاد کو اصل قرار دیتے ہیں چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ آیا نفس و مال کا جہاد افضل ہے یا علم کا جہاد؟ فرماتے ہیں کہ علم کا جہاد افضل ہے اور نفس کا جہاد فرع ہے لہٰذا اصل فرع سے افضل ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۹)

ظاہر کہ جانی و مالی جہاد کے لئے علم ہی بنیاد بنتا ہے۔ اور علمی و فکری اعتبار سے وہی اس کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے۔ چنانچہ کوئی بھی معرکہ سر کرنے یا ملک و دولت کے بچاؤ اور دفاع کے لئے سب سے علمی اعتبار سے جدوجہد کر کے میدان ہموار کرنا پڑتا ہے۔ گویا کہ ملت کو "حرکت" میں لانا علم کا کام ہے۔ اور اس اعتبار سے علم ہی اصل ہے اور علمی جہاد ہی نمبر پہلا ہونا چاہئے۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد | اس اعتبار سے فی سبیل اللہ سے اگر جہاد ہی مراد لیا جائے تو اس میں علمی و قلمی جہاد بآسانی شامل ہو سکتا ہے اور اس میں تاویل کرنے یا فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ اور اس اعتبار سے موجودہ دور کا بڑا جہاد الحاد و لادینیت ہی کی طرف سے ہے۔ لہٰذا آج جو علمی و اشاعتی ادارے الحاد و لادینیت اور باطل تحریکوں کے خلاف صف آرا ہیں وہ ارشاد الٰہی (فرقان ۵۲) کے مطابق وقت کے سب سے بڑے جہاد میں مشغول ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی قیمتی رقم سے ایسے اسلامی اداروں اور تنظیموں کے بازو مضبوط کئے جائیں تاکہ وہ بے فکری اور بے جگری کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

عصر حاضر کے متعدد علما نے بھی اس کی تائید کی ہے اور "فی سبیل اللہ" کے سلسلے میں تقریباً یہی رائے پیش کی ہے چنانچہ زکوٰۃ کے فلسفے اور اس کے مصارف پر موجودہ دور میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث ڈاکٹر علامہ یوسف قرضاوی نے کی ہے۔ جنہوں نے "فقہ الزکوٰۃ" کے نام سے ایک تحقیقی اور گراں قدر کتاب دو ضخیم جلدوں میں تحریر کی ہے۔ اور بقول مولانا سید ابو الحسن ندوی زکوٰۃ کے موضوع پر دنیا کی کسی بھی

زبان میں اس سے زیادہ جامع اور مبسوط کتاب موجود نہیں ہے۔ اس قابل قدر کتاب میں مصنف نے فقہائے کرام کی تمام آراء اور ان کے اختلافات کو جمع کر کے ان پر تفصیلی بحث کی ہے اور پوری اسلامی فقہ کو کھنگال کر متعلقہ مسائل کے ہر ہر پہلو پر عالمانہ اور مجتہدانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہے اور بہت سے نئے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ موصوف کا مطالعہ بہت وسیع و عمیق ہے۔ اور ان کی رائیں جچی تلی معلوم ہوتی ہیں۔

غرض انہوں نے "فی سبیل اللہ" کے مصرف پر تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے۔ کہ اسلامی نظام برپا کرنے کے لئے جدوجہد کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ پھر وہ "عصر حاضر میں اسلامی جہاد کی مختلف شکلیں" کے عنوان کے تحت مزید تحریر کرتے ہیں کہ اسلامی جہاد صرف جنگ کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ اس کی اور بھی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً دعوتی اور اشاعتی مراکز کا قیام۔ مسلم نوجوانوں کے لئے تربیت گاہیں۔ داعیان اسلام کی تیاری اور خالص اسلامی لٹریچر کی ترویج و اشاعت وغیرہ جن سے گمراہ کن تحریکوں کا سدباب ہو سکے۔

(خلاصہ از فقہ الزکوٰۃ ۲/۶۶۶ - ۶۶۹)

ایک اور مصری عالم سید سابق نے اپنی گراں قدر کتاب "فقہ السنہ" میں لکھا ہے کہ:-

"ہمارے زمانے میں فی سبیل اللہ کی مد میں سب سے اہم داعیان اسلام کی تیاری اور انہیں غیر مسلم ممالک کو مبعوث کرنے پر صرف کرنا ہے۔ جس طرح کہ غیر مسلم (خصوصاً مشنریاں) اپنے دین کی نشر و اشاعت پر صرف کرتے ہیں۔ اس طرح اس میں اسلامی مدارس کے معلمین کا نفقہ بھی شامل ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے شرعی وظائف ادا کرتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا معاشی ذریعہ نہ ہو۔ (خلاصہ از فقہ السنہ ۱/۳۹۴)

اور پچھلے صفحات میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کی تفسیر میں امام قرطبی، امام رازی۔ مولانا اشرف علی تھانوی مفتی محمد شفیع اور مولانا سید سلیمان ندوی کی رائیں نقل کی جا چکی ہیں جن میں "فی سبیل اللہ" کے الفاظ صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

اگرچہ یہ مد "فقراء" سے متعلق ہے مگر اس کا تعلق جہاد سے کم اور علم سے زیادہ ہے۔ لیکن یہ تعلق خواہ جہاد سے ہو یا علم سے۔ مذکورہ بالا مباحث کی رو سے بہر حال اس میں علماء اور دینی خدمت گار خصوصیت کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ اس طرح ہر اعتبار سے دینی خدمت گاروں کا حق ثابت اور مقدم نظر آتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے میرے نزدیک سورہ بقرہ کی آیت سے افراد کا حق اور سورہ توبہ کی آیت سے زیادہ تر اداروں اور جماعتوں کا حق ثابت ہوتا ہے۔

<u>خلاصہ بحث</u>| خلاصہ بحث یہ کہ آج الحاد و لادینیت کا دور دورہ ہے اور موجودہ دور میں الحادی تحریکوں اور نظاموں نے نوع انسانی کو فتنوں میں مبتلا کر کے اسے گمراہی کے راستے پر ڈال دیا ہے لہذا موجودہ الحادی علوم اور دینی

تحریکوں کا مقابلہ اور ان کی بیخ کنی کے لئے علمی اور دعوتی مرکزوں کا قیام اور مسلم نوجوانوں کی خصوصی تربیت نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح ایسے علمی و تحقیقی اداروں کی بھی سخت ضرورت ہے۔ جو فکری و نظریاتی اعتبار سے اسلام کو ایک بہتر نظام اور برتر مذہب ثابت کر کے اسلامی نشاۃ ثانیہ کی راہیں ہموار کر سکیں۔ موجودہ الحاد و لادینیت کے دور میں ایک فکری و ثقافتی معرکہ سر کرنا اپنی اہمیت و افادیت کے لحاظ سے کسی بھی طرح ایک فوجی و عسکری جہاد سے کم نہیں ہوا۔ بلکہ بعض اعتبارات سے برتر ہے۔ مگر آج کتنے ہی علمی و اشاعتی ادارے ایسے ہیں جو مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کس مپرسی کے عالم سے گزر رہے ہیں۔ اگر زکوٰۃ کی رقم سے ان کی اعانت کی جائے تو کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور زیادہ بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔ فکر و نظر کا یہ معرکہ موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے۔

غرض اس اعتبار سے موجودہ دور میں زکوٰۃ کی رقم حسب ذیل امور میں خصوصیت کے ساتھ صرف کی جا سکتی ہے۔

۱۔ غریب اور نادار طلبہ کے لئے تعلیمی وظائف۔

۲۔ علوم اسلامیہ کی تحقیق و تصنیف کے لئے وظائف۔

۳۔ دینی علوم کی نشر و اشاعت کے لئے سرمایہ کی فراہمی۔

۴۔ داعیانِ اسلام کی تیاری کے لئے امداد۔

۵۔ اسلامی اداروں کے کارکنوں کی امداد جن کا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہو۔

۶۔ علمی و دعوتی مرکزوں کا قیام اور مسلم نوجوانوں کی تربیت۔

۷۔ دینی و اخلاقی تعلیم کو عام کرنے کے لئے خصوصی مدرسوں کا قیام۔

۸۔ اسلامی افکار و نظریات اور اسلامی لٹریچر کی ترویج و اشاعت، جن کے ذریعہ گمراہ کن تحریکوں کا سدباب کرنے اور اسلامی نظام کو عملاً برپا کرنے میں مدد مل سکے اس کا نام " اعلائے کلمۃ اللہ " ہے اور یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے

ان کے علاوہ اور بھی شکلیں ہو سکتی ہیں جن میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کی حیثیت ایک انقلابی عنصر کی سی ہے۔ مگر ہماری کوتاہی نے اس کو ایک مردہ اور بے جان سی چیز بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر زکوٰۃ کا نظام صحیح معنی میں جاری ہو جائے تو اس سے ملت کے تن مردہ میں نئی جان پڑ سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ قوت پنہاں ہے جو مُردوں کی مسیحا ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اس مسیحائی کا راز اجتماعیت میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا اربابِ ملت سے گزارش ہے کہ وہ ان اہم ملی مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے مشکلات کا حل نکالیں تاکہ صحیح بہتر نتائج برآمد ہو سکیں۔

ADARTS

HMD-6/87

ٹی سی پی
ایک کامیاب بین الاقوامی رابطہ

ہماری ضمانت

- بروقت ترسیل
- مناسب قیمتیں
- بہترین خدمات
- معیاری کوالٹی کنٹرول

ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ

پریس ٹرسٹ ہاؤس۔ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی۔ پاکستان

ٹیلیفون: ۱۹-۵۱۵-۲۱۰ (۵ لائنیں)۔ ٹیلیگرام TRACOPK ٹیلیکس: 2784 TCP PK

مولانا عبدالقیوم حقانی

حدیث سے استناد کے معاملہ میں
امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد کے معاملہ میں امام اعظم کا جو مسلک تھا اسے انہوں نے خود ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"مجھے جب کوئی حکم خدا کی کتاب میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں اور جب اس میں نہیں ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور آپ کے ان صحیح آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے ہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ کتاب اللہ میں حکم ملتا ہے نہ سنت رسول اللہ میں تو میں اصحاب رسولؐ کے قول (یعنی ان کے اجماع) کی پیروی کرتا ہوں اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ مگر ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول نہیں لیتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطا، سعید بن المسیب (اور ان کے علاوہ کچھ اور اصحاب بھی گنے) تک پہنچے تو فرمایا۔

فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا[1]	تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کر لیتا ہوں۔

اور بعض روایات میں الفاظ قدرے مختلف نقل ہوئے ہیں۔

...ا جاء عن غيرهم فهم رجال و نحن رجال[2]	اور جب غیر صحابہؓ سے کوئی قول آئے تو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں (یعنی جس طرح انہیں اجتہاد کا حق ہے ہمیں بھی ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ صہ ۳۶۸ و مناقب موفق ج ا صہ ۷۹ و مناقب ذہبی صہ ۲۰

[2] میزان ج ا صہ ۲۹ و خیر الحسان صہ ۲۷۔

وَاِذَا جَاءَنَا عَنِ التَّابِعِيْنَ زَاحَمْنَاهُمْ [1] — اور جب ہمارے پاس تابعین کے اقوال آتے ہیں تو ہم ان سے علمی مزاحمت کرتے ہیں

وَمَا جَاءَ عَنْ غَيْرِهِمْ اَخَذْنَا وَتَرَكْنَا [2] — غیر صحابہ کے اقوال کو لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔

مَا جَاءَنَا عَنِ الصَّحَابَةِؓ فَعَلَى الرَّاسِ وَالْعَيْنِ وَمَا جَاءَنَا عَنِ التَّابِعِيْنَ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ [3] — جو چیز ہمارے پاس صحابہ سے پہنچتی ہے تو اس کو ہم سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو تابعین سے آتی ہے سو وہ بھی عام انسان ہیں اور ہم بھی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سامنے ایک مرتبہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں اس پر انہوں نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ کہا اور ہم پر افترا باندھا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں بھلا نص کے بعد بھی قیاس کی کوئی حاجت رہتی ہے۔ [4]

خلیفہ ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ امام صاحب کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں جواب میں انہوں نے لکھا۔

امیر المومنین! جو بات آپ تک پہنچی ہے وہ صحیح نہیں ہے میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر۔ پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر۔ پھر باقی صحابہ کرام کے فیصلوں پر۔ البتہ جب صحابہ میں اختلاف ہو تو قیاس کرتا ہوں [5]

علامہ ابن حزمؒ تو یہاں تک رقمطراز ہیں کہ

"تمام اصحاب ابی حنیفہؒ اس بات پر متفق ہیں کہ ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ تھا کہ ضعیف [6] حدیث بھی اگر مل جائے تو اس کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو چھوڑ دیا جائے [7]

---

[1] الانتقاء صہ ۱۴۴ و الجواہر المفیہ ج ۲ صہ ۲۴۹ [2] ذیل الجواہر ج ۲ صہ ۴۷۳ [3] مفتاح السعادۃ ج ۲ صہ ۶۷ [4] کتاب المیزان للشعرانی ج ۱ صہ ۶۱ [5] کتاب المیزان ج ۱ صہ ۶۲ [6] ذہبی نے ابو حنیفہؒ کے مناقب صہ ۲۱ پر لکھا ہے کہ " واضح رہے ضعیف حدیث سے مراد جھوٹی حدیث نہیں ہے اس جگہ ضعیف سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند قوی نہ ہو مگر جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہوگا [7] کتاب المیزان ج ۱ صہ ۶۲۔

مولانا غلام الرحمن صاحب

۸

حقانیہ سے ازہر تک

شہاب الدین ابوالعباس الشاذلی کی مسجد کے سامنے چند قدم کے فاصلہ پہ "ابوعبداللہ شیخ البوصیری" کی آخری آرام گاہ ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی آخری آرام گاہ قاہرہ کے قریب "حائرۃ الشافعی" لکھا ہے۔ لیکن مقامی لوگوں سے معلوم ہوا کہ مرحوم کی وفات کے بعد آپ کو یہاں دفن کیا گیا ہے۔ قبر کے سامنے مصری دستور کے مطابق ایک مسجد واقع ہے جس کے بڑے دروازے پہ لکھا ہوا تھا۔

"مسجد عارف باللہ سیدی البوصیری" دروازہ سے داخل ہو کر دائیں جانب چھ مربع میٹر کے ایک مسقف کمرے میں یہ قبر واقع ہے۔ ارد گرد دیواروں پہ "قصیدہ بردہ" کے چند اشعار نمایاں خط میں نظر آ رہے تھے جس کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ إِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

ترجمہ۔ آپؐ کے بلانے پہ درخت اپنی شاخیں جھکائے ہوئے مثل سجدہ کرنے والے کے ایسے حال میں حاضر ہوئے کہ وہ اپنے تنوں پر بلا قدم چلتے تھے۔

مسجد کے اندر ایک قاری خوش آوازی سے قرآن سنا رہا تھا۔ ارد گرد دیواروں سے ٹیک لگائے چند بوڑھے اور جوان سر ہلا ہلا کر محظوظ ہو رہے تھے۔ دو رکعات پڑھنے کے بعد مسجد کے ایک ذمہ دار شخص سے ملے جس نے ہمیں کافی مفید باتیں بتائیں۔

البوصیری کا تعارف آپ کا نام محمد بن سعید کنیت ابوعبداللہ اور لقب شرف الدین ہے۔ آبائی وطن "ابوصیر" کی نسبت کی وجہ سے "البوصیری" مشہور ہوئے۔ اسلامی دنیا میں آپ ایک صوفی اور بزرگ کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ مسلک کے لحاظ سے شافعی المذہب ہونے کے علاوہ سلسلہ بیعت میں آپ کا تعلق سلسلہ "شاذلیہ" سے ہے۔ آپ کی پیدائش یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۲ء بروز بدھ کو ہوئی۔ آپ کے والد مرحوم بھی وقت کے عظیم صوفی تھے۔ عقیدت کی بنا پہ آپ نے اس نومولود سعید و مسعود بیٹے کا نام "محمد" رکھا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ عشقِ رسول ﷺ کی یہ سعادت آپ کو ورثہ میں ملی۔ آپ کے خاندان کے قلب و دماغ پر تدین اور عقیدت رسول ﷺ چھائی ہوئی تھی۔

تعلیم و تربیت | مروجہ دستور کے مطابق آپ کی تعلیم کی ابتدا آبائی گاؤں "ابوصیر" سے ہوئی حفظِ قرآن سے فراغت کے بعد مروجہ علوم کے لئے آپ نے راہِ سفر اختیار کیا۔ چنانچہ قاہرہ کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے۔ صرف و نحو، فقہ اسلامی اور سیرت سے آپ کو خصوصی شغف رہا۔ عوارض کی بنا پر تکمیل کے بغیر غربت و افلاس کی وجہ سے آپ کسبِ معاش کی طرف متوجہ ہوئے۔ فن خطاطی سے آپ واقف تھے اس لئے اسی پیشہ کو اختیار کرنا پڑا۔ لیکن ساتھ ساتھ مذہبی ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے حفظ قرآن کراتے رہے۔ انقلاباتِ زمانہ کی وجہ سے کچھ مدت کے لئے سرکاری ملازمت بھی اختیار کی۔

شعر و شاعری | ان تمام باتوں کے باوجود شعر و شاعری سے فطری تعلق رہا۔ چنانچہ شاعرانہ رنگ آپ کے مزاج پر غالب تھا۔ وقت کا اکثر حصہ شعر و شاعری میں گذارتے رہے۔ اس وقت ماحول سے مجبور ہو کر آپ کو بھی عام شعرا جیسا رویہ رکھنا پڑا۔ وقت اور حالات کو دیکھ کر کسی کو اوجِ ثریا پر پہنچایا اور کبھی تحت الثریٰ تک گرانا روزمرہ کا ایک معمول تھا۔ خلفا اور امرا سے تعلق استوار ہونے تک شعر و شاعری کر کے کافی انعامات اور تحائف وصول کرتے رہے۔ اچانک طبیعت میں انقلاب آیا۔ عام شعراء کے مبالغہ آمیز اور کذب بیانی کی شاعری سے تائب ہو گئے جس کا محرک اور داعی ان کا ایک خواب بیان کیا جاتا ہے جس میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس خواب نے آپ کی کایا پلٹ دی۔ چنانچہ شعر گوئی کی جگہ آپ نے نعت گوئی اختیار کی۔ مجاز و استعارات سے آپ کو حقیقت شناسائی مل گئی۔

اس دور کے مشہور قصائد میں سے آپ کے "ذخائر المعاد"، قصیدہ لامیہ۔ قصیدہ دالیہ۔ تقدیس الحرم اور قصیدہ جائیہ بتائے جاتے ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ حبِ رسول ﷺ کا یہ جذبہ قوی سے قوی تر ہوتا گیا۔ چنانچہ ۶۵۴ھ میں پہلی بار آپ کو زیارت حرمین کی سعادت نصیب ہوئی۔ جس کے لئے مدتوں سے بے تاب تھے۔ سعادت حرمین کے بعد آپ ہمہ وقت اور ہمہ تن مدح رسول کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایام سابقہ پر ندامت اور تاسف سے رو رو کر رسول اللہ کی مدح سے قضا بجا لاتے رہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ أَسْتَقِيلُ بِهِ
ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

ترجمہ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی بذریعہ مدح و نعت خدمت کی۔ میں اس کے ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح و ثنا میں گزاری

اَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الحَالَتَيْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَى الآثَامِ وَالنَّدَمِ

ترجمہ۔ شعر و شاعری اور امرا کی اس خدمت گذاری میں، میں نے جوانی دیوانی کی گمراہی کی فرماں برداری کی ہے۔ جس سے مجھے گناہوں، معاصی اور شرمساری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

اس دور میں آپ نے قصائد اور نعتیہ کلام سے رسول اللہ ﷺ کی بہت خدمت کی جس کے آثار ابھی تک پائے جاتے ہیں زیارت حرمین کے بعد آپ کے قصائد میں سے قصیدہ نونیہ کو سبقت زمانی اور اولیت حاصل ہے۔ جو آپ نے حج کی واپسی کے فوراً بعد لکھا ہے۔ علاوہ ازیں قصیدہ حضریہ رائیہ۔ قصیدہ میمیہ، قصیدہ ہمزیہ اور قصیدہ بردہ بھی قابل ذکر قصائد ہیں۔

آتش عشق آپ کو دوبارہ حرمین الشریفین لے گئی اور مدت کے لئے حرمین میں بھی رہے۔

<u>وفات</u> ۱۵ رمضان ۶۹۵ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ اتنا یقینی ہے کہ آپ کی وفات اسکندریہ میں ہوئی۔ تاہم مقام دفن کے متعلق آراء مختلف ہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ بعض تذکرہ نگاروں کی رائے کے مطابق وفات کے بعد آپ کو قاہرہ لے جایا گیا۔ جب کہ مقامی لوگوں کے یہاں یہی بات یقینی ہے کہ آپ کو وفات کے بعد یہاں دفن کیا گیا ہے۔ ستاسی سال کل مدت حیات بتائی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے یہاں پر بھی قبر پرستی اور بدعات کا مظاہرہ ہوتا رہا جو مصریوں کے ہاں کوئی عیب نہیں۔

<u>قصیدہ بردہ</u> مدح رسول میں آپ کے متعدد قصائد ہیں لیکن جس قصیدہ کی وجہ سے آپ ایک صوفی اور عاشق رسول ﷺ کی حیثیت سے عرب و عجم میں مشہور ہوئے وہ آپ کا منفرد قصیدہ "قصیدہ بردہ" ہے جس کا پورا نام "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے۔

<u>وجہ تسمیہ</u> عارفین باللہ نے نسبت اور عقیدت کی بنا پر مختلف وجوہات ذکر کی ہیں۔ ان تمام وجوہات میں اقرب الی الفہم توجیہ یہ ہے کہ اس قصیدہ کے لکھنے کے بعد آپ کو خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی خدمت رسول میں جب آپ نے اپنا یہ قصیدہ سنایا اور سنانے کے بعد آپ نے اس کے عوض میں ایک بردہ (چادر) بطور انعام عطا فرمائی۔ جس کی بنا پر یہ قصیدہ اس نام سے مشہور ہوا۔

<u>قصیدہ پڑھنے کے اسباب</u> بلاشک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا، وصفت حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے کارِ ثواب اور عمل صالح ہے اور عمل صالح کی توسط سے مانگنے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اور نہ کسی کو اختلاف کی گنجائش ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت بوصیری پر فالج کا اچانک حملہ ہوا جس سے جسم کا معتد بہ حصہ متاثر ہوا۔ علاج معالجہ

باوجود چنداں افاقہ نہ ہوا۔ بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں جب اس عالم اسباب سے کٹ گئے۔ تو مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اللہ سے مانگنے لگے۔ مانگنا کیا تھا۔ فوراً قبول ہوا۔ مانگنے میں دیر تھی لیکن قبول ہونے میں دیر نہ لگی۔

فرماتے ہیں قصیدہ پڑھتے پڑھتے رقتِ قلب طاری ہوئی۔ روتے روتے اچانک نیند آگئی۔ خواب میں زیارت رسول نصیب ہوئی۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک فالج زدہ جسم پر پھیر دیا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے آپ کو صحیح اور تندرست پایا۔

قصیدہ بردہ کی قبولیت | تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ خواب سے بیداری کے جب صبح ہوئی تو سیر و تفریح کی غرض سے صبح سویرے گھر سے نکلے۔ راستہ میں اچانک ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے ملتے ہی نعتیہ قصیدہ پڑھنے کی درخواست کی۔

حضرت بوصیری نے پوچھا کونسا قصیدہ سننا چاہتے ہو۔

بزرگ نے جواب دیا کہ وہ قصیدہ جو تم نے بیماری کے دوران کہا ہے جس کی ابتداء

أمِن تذکُّرِ جیرانٍ بذی سَلَمٍ سے ہوتی ہے۔ حضرت بوصیری فرماتے ہیں کہ بزرگ کی یہ درخواست سن کر میں حیران ہوا کہ آخر اس کو اس خفیہ عمل کا کیسے پتہ لگا۔ چنانچہ پوچھنے لگے کہ آپ کو اس قصیدہ کی خبر کیسے ہوئی ؟

بزرگ نے جواب دیا کہ رات بارگاہِ رسالت میں جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو مجھے بھی سننے کی سعادت نصیب ہوئی مجھے یاد ہے اور خوب یاد ہے۔ کہ اس کے بعض اشعار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جھوم رہے تھے جیسے بادِ نسیم چلنے سے ثمردار ٹہنیاں جھوم رہی ہوتی ہیں۔

حضرت بوصیری فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں وہ لکھا ہوا قصیدہ لے آیا۔ اور اس کے حوالے کیا۔ علاوہ ازیں بعض اعمال کے لئے بعض خصوصی اشعار خاص اثر رکھتے ہیں۔

چند اشعار بطور نمونہ | ایک موقعہ پر نفس پرستی اور خواہش پرستی سے بیزاری اور سابقہ گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ

مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

ترجمہ۔ اور اپنی آنکھ کو جو نظر بازی کی حرام کاری سے پر ہو چکی ہے خوب آنسو بہا بہا کر صاف کرلے اور پرہیز ندامت (توبۃ النصوح) کو لازم پکڑلے تاکہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو۔ دوبارہ گرفتار ہوجائے۔

وخالفِ النّفس والشّیطان واعصِہما
وانْ ہما محضاکَ النّصحَ فاتّہِم

ترجمہ۔ تو نفس اور شیطان کی پوری مخالفت کر اور دونوں کا حکم نہ مان۔ اگر یہ دونوں تجھ کو نصیحت بھی کریں تو بھی ان کو متہم یا مکذب سمجھ کر ان کی بات نہ ماننا کیونکہ ان دونوں کی سرشت میں تیری عداوت رکھی ہوئی ہے
ایک اور موقع پر مقصودی مقام پر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں۔

وکلہم من رسول اللہ ملتمسٌ
غرفاً من البحر او رشفاً من الدیمِ

ترجمہ۔ اور تمام انبیاء کرام آپ کے دریا معرفت سے ایک کف دست یعنی چلو کے خواستگار ہیں۔ اور یا آپ کے ہمیشہ اور کثیر برسنے والی جود و سخا کی بارش سے ایک دفعہ چوسنے کے طالب ہیں۔

بطور نتیجہ فرماتے ہیں۔

فمبلغُ العلم انّہ بشرٌ
وانّہ خیرُ خلقِ اللہ کلّہمِ

ترجمہ۔ جب آپ کا کلی معرفت ادراک سے بلند و بالا ہے تو فہم و دانش کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ عظیم القدر بشر ہیں اور تمام مخلوق خدا سے بہتر ہے۔ یعنی

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت بوصیری سے نکل کر ہماری ملاقات دو نیک بندوں سے ہوئی۔ جو تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں جن میں سے ایک نوجوان کا نام "صالح سلیمان" اور دوسرے کا نام "عبدالجبار احمد ابراہیم" تھا۔ اجنبیت اور ناواقفیت کے باوجود ہم سے خوب ملے۔ پوچھنے پر جب انہیں یہ پتہ چلا کہ پاکستانیوں کا یہ وفد متبرک مقامات کی زیارت کی خواہش رکھتا ہے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی قبر پہ جانے کو کہا۔ ہم نے موقع غنیمت سمجھا اور ان کی رہنمائی میں یہاں سے نکلے۔ مصروفیات کے باوجود انہوں نے ہمارے ساتھ کافی وقت صرف کیا۔ آگے ان کی گاڑی اور پیچھے ہماری گاڑی اسکندریہ کے بازاروں اور گلیوں سے نکل کر تیس چالیس منٹ کے بعد ہم منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

<u>حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ</u> نام و نسب۔ اصل نام "عامر" یا "عویمر" ہے ابو درداء لقب ہے۔ نام اور لقب دونوں سے مشہور ہوئے۔ انصار کے مشہور قبیلہ "خزرج" سے تعلق رکھتے ہیں اپنے گھرانے میں آخری اسلام لانے والے ہیں غزوۂ بدر کے موقعہ پر دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت سلمان فارسی اور آپ کے درمیان میں "مواخاۃ" کیا تھا۔

مناقب وفضائل فرماتے ہیں کہ اسلام لانے سے قبل ہی ایک تجارت پیشہ شخص تھا۔ دولت اسلام سے فرازی کے بعد دوبارہ اس پیشہ کو اپنانا چاہا۔ لیکن دونوں جمع نہ ہوئے۔ جمع نہ ہونے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ ہمہ وقت اور ہمہ تن اسلام کی طرف متوجہ رہنے کی وجہ سے دوسرے امور کی طرف رغبت نہ رکھتے تھے۔ غزوہ احد کے موقعہ پر آپ کی قابلیت اور جوانمردی کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

نعم الفارس عویمر عویمر بہترین شہسوار ہے

ایک اور موقع پر آپ نے اس کے حق فرمایا ھو حکیم امتی۔

حضرت مسروق رحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے مجھے یہ محسوس ہوا کہ چھ حضرات علم کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں جن میں ایک حضرت ابودرداء ہے۔ معاذ بن جبل کو جب موت آئی تو حاضرین نے وصیت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر حضرت معاذ نے فرمایا کہ عویمر ابودرداءؓ سے علم سیکھو بے شک یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کو خدا نے علم دیا ہے۔

وفات کب اور کہاں ہوئی سن وفات کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں معتمد قول یہی ہے۔ جو حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں!

"الاصح عند اصحاب الحدیث انه مات فی خلافۃ عثمان"

اگرچہ ہم مصری بھائیوں کے مشورہ سے یہاں پر اس ارادہ سے حاضر ہوئے کہ یہ صحابی رسول کی قبر ہے لیکن قرائن اور تاریخی واقعات سے یہ یقینی نہیں کہ ابودرداء کی قبر یہاں ہو۔ یہ صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے جس پر اعتماد کرنا دانشمندی نہیں۔ ویسے بھی مصریوں کے لئے قبر پرستی کی وجہ سے کسی قبر کو کسی بزرگ شخص کے نام پر منسوب کرنا مشکل کام نہیں۔ "حارۃ الشافعی" کے اس پرانے قبرستان میں حضرت لیث بن سعد کی قبر کی تلاش میں جا رہا تھا کہ اچانک یہ نوشتہ دیوار نظر آیا۔ "ہذا قبر ابی ذر غفاری" ایک مصری دوست جو میری رہبری کر رہا تھا۔ اس سے پوچھا۔ لیکن اس نے نفی میں جواب دینے کی جرأت نہیں کی۔ اچانک ایک عالم سے ملاقات ہوگئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ ویسے کسی نے لکھا ہے۔ غالباً تشارک رسمی کی وجہ سے کسی دوسرے شخص سے صحابی رسول بنالیا۔ ممکن ہے کہ یہاں کا بھی یہ معاملہ ہو۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں تتبع کے باوجود آپ کا مدفن مصر اور پھر سکندریہ نہیں ملا۔

امام واقدی فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات دمشق میں ہوئی ہے جب کہ بعض دوسرے حضرات نے "شام" لکھا ہے۔

ان تین مقامات کی زیارت ہمارے سفر سکندریہ کا لب لباب ہے ۔ دن کے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ قاہرہ کی طرف واپس روانہ ہوئے ۔ وہ دو مصری ساتھی جو "البوصیری" کی قبر سے ہماری رہنمائی کر رہے تھے شہر سے نکلنے تک ہمارے ساتھ رہے ۔ آخر جدائی میں رو رو کر گلے ملے اور رخصت لی ۔ دوستوں کے مشورہ سے راستہ میں طنطا میں "شیخ بدوی" کے ہاں ظہر پڑھنے کا ارادہ تھا ۔ ڈھائی بجے کے قریب طنطا پہنچ کر ظہر پڑھنے کے بعد "شیخ بدوی" کی قبر پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے ۔

سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ | شیخ احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔ آپ کی قبر پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس پر شیخ مرحوم کا سلسلہ نسب یوں ہے ۔

ہذا نسب سیدی احمد البدوی ابو فراج نفعنا اللہ فی الدنیا والآخرہ ہو احمد ابن علی ابن ابراہیم ابن محمد ابن ابی بکر ابن اسماعیل ابن عمر ابن عثمان ابن علی ابن حسین ابن محمد بن موسیٰ ابن یحییٰ بن عیسیٰ ابن علی الہادی ۔ ابن محمد الجواد ابن علی الرضی بن موسیٰ الکاظم ابن جعفر الصادق ابن محمد الباقر ابن علی ابن زین العابدین ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ۔

قرب و جوار میں چند دوسرے بزرگوں کی قبریں بھی تھیں ۔ لیکن لوگوں کی اصل عقیدت شیخ بدوی سے ہے بظاہر قبر پر حاضری میں ادب و احترام کا لحاظ رکھتے ہیں ۔ لیکن زیادہ عقیدت کی وجہ سے شرکی اعمال و افعال کا ارتکاب بھی کرتے ہیں ۔ وہی چوما چاٹی اور طواف کو مزارات کا ادب و احترام سمجھتے ہیں ۔ دور دور سے مسافت طے کر کے حاضر ہوتے ہیں ۔ عورتوں ، مردوں ، بچوں ، جوانوں اور بوڑھوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے گویا یہاں کی وہی حالت ہے جو ہمارے داتا علی ہجویری کی قبر پر ہوتی ہے ۔ غالباً شیطان نے پاکستانی قبر پرستوں اور مصریوں کو ایک کلاس میں بٹھا کر شرک کا درس دیا ہے ۔ ہمارے قبر پرست ساتھی بھی طبعی اور فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر ضبط نہ کر سکے ۔ اور سیدھے جا کر چوما چاٹی اور طواف میں مشغول ہو کر مصریوں میں گھل مل گئے اس ایک قطار میں کھڑے ہوئے طواف کرنے والے پاکستان اور مصریوں میں صرف لباس کا فرق تھا ورنہ افعال و اعمال میں ہم مشرب معلوم ہو رہے تھے بنسبت شہریوں کے دیہاتی بکثرت تھے ۔ گانا بجانا اور ناچنا ان لوگوں کے ہاں عیب نہیں بلکہ ثقافت اور تہذیب ہے اس لئے مزارات اولیاء پر (معاذ اللہ) ثواب کی نیت سے ناچتے اور گاتے ہیں ۔ یہ صرف یہاں نہیں بلکہ جس بزرگ کی قبر پر جائیں یہی طریقہ آپ کو ہر جگہ نظر آئے گا ۔ فاتحہ پڑھ کر ہم باہر نکلے ۔ دوپہر کا کھانا ابھی تک نہیں کھایا تھا لہذا کچھ سامان خورد و نوش لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے ۔ چند ساتھی تھیلیوں میں تبرک کے چنے بھی لے آئے ۔ اور اللہ کا نام لے کر طنطا سے قاہرہ روانہ ہو گئے ۔ اور مغرب کی نماز قاہرہ میں ادا کی ۔

(جاری ہے)

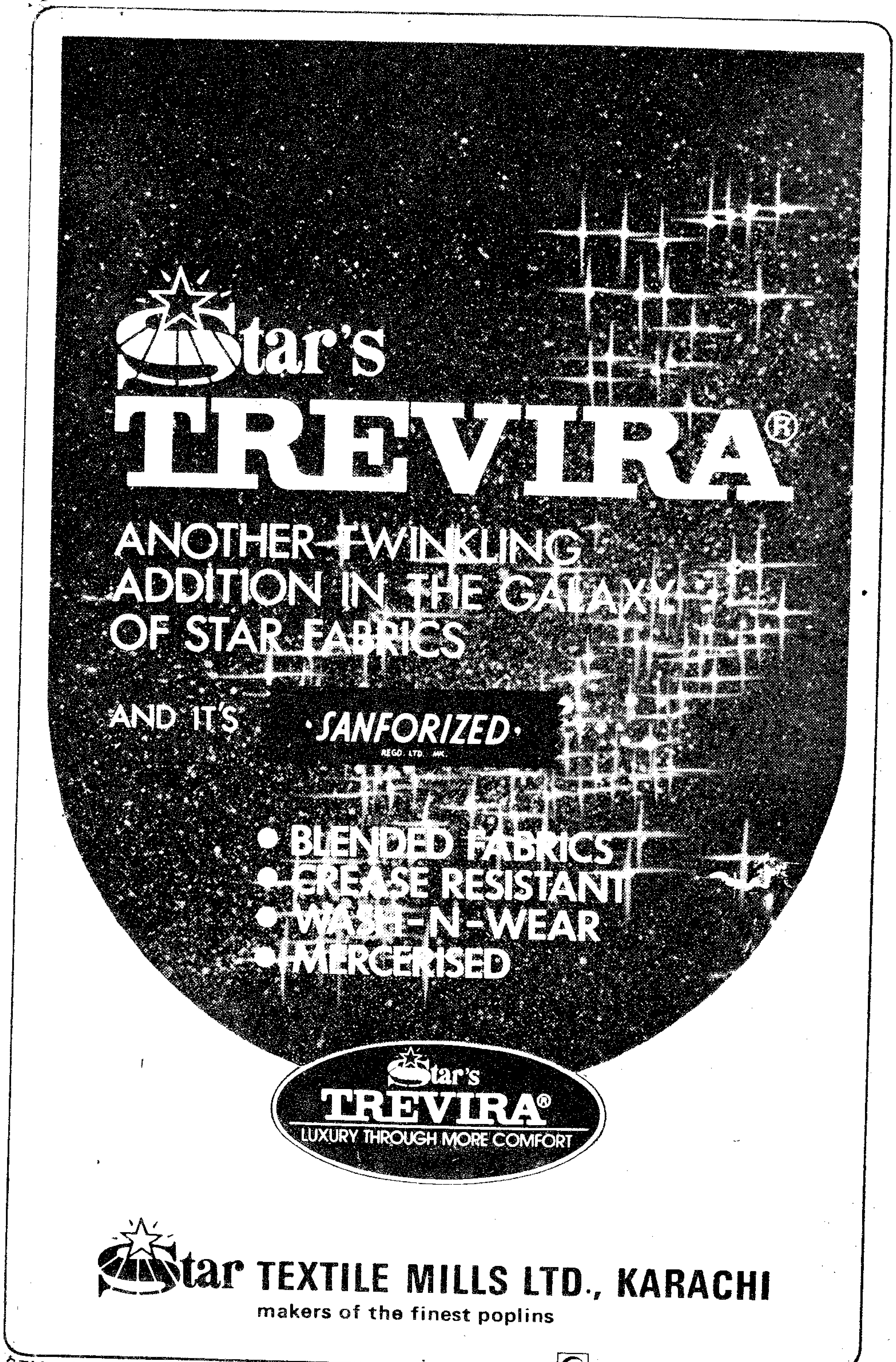

STM-1/79

Ci Crescent Communications International

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

شریعت بل کے ذریعہ

ہم آئین اور نظام بدل دینگے

شریعت محاذ کے مرکزی رہنما جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری سینیٹر سمیع الحق سے انٹر

رپورٹ:۔ حنیف خالد

ملک کے معروف اخبار جنگ نے ملک کے تمام ایڈیشنوں (جمعہ میگزین) میں مولانا سمیع الحق سے لیا گیا ایک انٹرویو شائع کیا۔ جنگ کے شہرۂ آفاق رپورٹر حنیف خالد کا مرتب کردہ اس انٹرویو کا عکس بشکریہ روزنامہ جنگ ۵ جون ۸۶ء الحق میں شائع کر رہے ہیں۔

کئی دنوں سے کوشش تھی کہ جمعیت علماء اسلام کے نومنتخب سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق سے ملاقات کر کے اسلامی نقطہ نظر سے ملکی سیاسی حالات کا تجزیہ و تبصرہ، اہل اسلام کی ذمہ داریاں اہل علم کے فرائض متحدہ شریعت محاذ پس منظر اور [illegible] منظر، حکومت کا رویہ ایم آر ڈی کی سیاست جمعیت علماء اسلام کا کردار، کراچی کی تازہ ترین اور سنگین صورت حال کے بارے میں ان کی رائے معلوم کروں۔

[illegible] سمیع الحق ملک کے معروف پارلیمنٹرین، شریعت بل کے [illegible] شریعت محاذ کے مرکزی رہنما، جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل ماہنامہ الحق کے مدیر، دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم، موتمر المصنفین کے صدر، کئی ایک اہم علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔

س آپ ایک ذمہ دار عالم دین ولی علمی تحریک کی ترجمان جماعت جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور ماہنامہ الحق کے مدیر اور متحدہ محاذ کے مرکزی رہنما ہونے کی حیثیت سے ملکی سیاسی صورت حال جمعیت علماء کا موقف شریعت محاذ کی ضرورت علماء کی ذمہ داریوں اور اہل اسلام کے فرائض کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔

جواب ... آپ نے ایک ہی سوال میں چار پانچ موضوعات اور مستقل عنوانات پر گفتگو کا کہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس قدر گھرا ہوا ہوں اور پھر میں نے ابھی جانا بھی ہے آپ کے مذکورہ تمام عنوانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصراً گزارش ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کے ذمہ ایک لازمی فریضہ ہے ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ہر باطل نظام اور دنیا کے ہر باطل قانون اور باطل آئین سے ٹکرا جائے اور اسے تہس نہس کرے اس کی جگہ صالح انقلاب اور اسلامی نظام قائم کرے جس جس کو جس قدر عقل و شعور اور علم و فہم کی دولت سے نوازا گیا ہے اسی مناسبت سے اس کی ذمہ داریاں فرض منصبی اور مسئولیت بھی بڑھ جاتی ہے علماء رہنمایان ملت اور میدان سیاست میں مصروف کار اور باطل قوتوں سے برسرپیکار حضرات کی ذمہ داری تو سب سے زیادہ بڑی اور اہم ہے۔ علماء انبیاءؑ کے ورثاء ہیں وہ دنیا کے ہر غلط نظام کو بدلنے اور نظام اسلام کو قائم کرنے کی مساعی پر مامور ہیں۔ پھر محض سیاست برائے سیاست کرنا اور ماحول واقعات اور حقائق و نتائج سے آنکھیں بند کر لینا علماء کے شایان شان نہیں سیاست میں حصہ لینا اور شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی کوشش کرنا اہل علم کا فریضہ منصبی ہے

س..... کچھ شریعت بل کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔

جواب..... شریعت بل اس کے دفعات اور جزئیات طبع ہو کر پورے ملک میں مشتہر ہو چکے ہیں علمی حلقوں میں پہنچ چکے ہیں تمام مکاتب فکر نے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے مفتی علماء اور رہنما اس کو عین اسلام کی تحریک قرار دے چکے ہیں کراچی میں جمعیت علماء اسلام کا تاریخ ساز [illegible] اسی سلسلہ میں منعقد ہوا تھا۔ ملک بھر میں [illegible]

حمایت میں جتنے جلوس اور احتجاج ہوئے ہیں ملک کے اکابر علماء مفتی محمود حسن کراچی مولانا عبداللہ درخواستی مولانا مفتی احمد الرحمن کراچی مولانا محمد یوسف لدھیانوی مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مولانا محمد تقی قاضی مولانا سلیم اللہ خان صاحب مولانا اسفند یار صاحب مولانا اسعد تھانوی مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مولانا علاؤالدین صاحب مولانا عبیداللہ انور مرحوم مولانا فیض احمد صاحب مولانا محمد اجمل خان مولانا عبدالستار تونسوی مولانا احسان الحق مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مولانا نعمت اللہ اور مولانا صدرالشہید سمیت سب کی جمعیت علماء اسلام کے پیش کردہ شریعت بل کو حمایت حاصل ہے دوسرے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء سے تو آپ واقف ہیں تو میں اب ایک ایک دفعہ پر بحث تو نہیں کر سکتا۔ مگر الحمد اللہ کہ آج تک ہمارا یہ چیلنج رہا ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز خلاف شرع ہے تو اس کی نشاندہی کر دی جائے مگر جواب نہ آیا۔ تو شریعت بل صرف چند دفعات یا سیاسی نعرہ کا نام نہیں بلکہ ایک نظام ہے اور ہم اس کے ذریعہ ملک کا نظام بدلنا چاہتے ہیں محض شخصیات یا پارٹیاں نہیں بلکہ آئین بدلنا ہے یہ عجیب دور ہے کہ مغربی سیاست اور لادینی سیاست قوم پر مسلط کی جارہی ہے اور اچھے بھلے بعض دیندار لوگ بھی غلط فہمی سے اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں کہ حکومت بدلنے کیلئے چہرے بدلنے کیلئے علاقائی فسادات کیلئے قومی تعصب کیلئے بیرونی طاقتوں کی خوشنودی کیلئے لوگوں کو عوام کو سڑکوں پر نکالو تخریب کاری کرو دکانیں جلاؤ بے گناہ لوگوں کا قتل کراؤ۔ یہ سب کچھ سیاست برائے سیاست ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں اسلام سیاست برائے غلبہ دین کی تعلیم دیتا ہے یہ سب بے مقصد ہنگامے ہیں تو جناب! محض سیاست سے ' بے مقصد ہنگاموں سے اور بغیر منشور کے تحریک سے آپ یقین جانیں سو سال میں بھی آئین اور نظام نہیں بدلا جا سکتا۔ شریعت بل کے ذریعہ ہم نے نظام کے بدلنے کا فیصلہ کیا ہے آئین بدلنے کا فیصلہ کیا ہے جو بھی حکومت قائم ہو جس کا اقتدار بھی آئے اور جائے سب اس نظام کے پابند ہوں گے مسلم لیگ بھی اس کی پابند ہوگی۔ حکومتیں بدلتی رہیں ملک کا سیاسی نظام شریعت کا پابند ہو جائے گا کوئی پارٹی کوئی گروہ اور کوئی جماعت شریعت کے خلاف کام نہیں کر سکے گی شریعت بل کی کامیابی کی صورت میں عدالتوں سے مغربی نظام چھین لیا جائے گا اور اس کی جگہ نظام شریعت جاری کر دیا جائے گا۔

س..... بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسمبلی میں شریعت بل پیش کر کے اسے متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔

جواب..... یہ عجیب منطق ہے کہ اسمبلی کے ارکان جب اس پر بحث کریں گے تو متنازعہ بن جائے گا لہذا اسے اسمبلی میں نہیں پیش کرنا چاہئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کا نام نہ لو کہ لوگ اختلاف کریں گے اس کا تو مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہی نہ کرو نہ روسیوں کو اسلام کی دعوت دو نہ امریکہ کے سامنے اسلام کا نام لو کہ وہ اسے ٹھکرا دیں گے۔ ہمارے اکابر نے ایوب خان کے دور میں بھٹو شاہی کے دور میں اسمبلی کے ایوان میں اسلام کی بات کی شریعت کے احکام پیش کئے نظام شریعت کی دعوت دی مگر اکثریت کے بل بوتے پر ان کی ہر بات مسترد کر دی جاتی رہی اگر اسلام کا نام لینا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اسلام کو متنازعہ کرنا ہے پھر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا نام لیا لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور کلمہ اسلام ان کے سامنے پیش فرمایا کہ ساری دنیا اس کی مخالف تھی اور ظالموں کے ہاں توحید بھی متنازعہ تھی۔ مجھے اپنے موقف پر سو فی صد یقین ہے کہ وہ درست موقف ہے میرا ضمیر مطمئن ہے ہمارا راستہ خالص اسلامی انقلاب کا راستہ ہے ہمیں شرح صدر ہے کہ اس راہ میں جو بھی تکلیف آئے گی اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگی جو بھی قدم اٹھے گا صرف اور صرف شریعت ہی کیلئے ہوگا کامیابی ہوگی تو نور علی نور' ورنہ فرض منصبی ادا ہو رہا ہے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ انبیاء کرام کا زندگی بھر یہی شیوہ رہا کامیابی اور ناکامی ان کی ذمہ داری نہ تھی۔ نتائج اللہ پر چھوڑ کر وہ اپنی جدوجہد کرتے رہتے ہمارا بھی یہی مشن ہے یہی تحریک ہے اور یہی موقف ہے۔

س..... کچھ لوگ شریعت بل کو مودودی ازم اور منصورہ برانڈ قرار دے رہے ہیں

جواب..... یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرایا جا رہا ہے اور عامۃ الناس میں انتشار کیلئے قصداً یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ شریعت بل مودودی ازم ہے اور اسے جماعت اسلامی نے پیش کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون' دروغ گو را حافظہ نہ باشد' مغربی جمہوری سیاست کے تحفوں میں ایک بڑا تحفہ یہ ہے کہ بڑے لوگ اور خود کو سچا کہلوانے والے بڑے سیاستدان بھی اگر بڑا جھوٹ بولیں خلاف واقعہ بات کریں تو اس کی حقیقت شناسی کئے بغیر داد دی جاتی رہے۔ جھوٹ بولنا' اور اتہام و دروغ گوئی بھی موجودہ سیاست کا ایک فیشن اور لازمہ بن گیا ہے۔

خدارا! کچھ تو انصاف سے کام لیجئے آخر قوم کیا کہے گی سیاستدان بھی جھوٹ بولتے ہیں خود کو علماء کہلانے والے بھی جھوٹ بولتے ہیں آخر یہ شریعت بل کب پیش ہوا کس نے پیش کیا جناب اس کی کونسی دفعہ میں کونسے شق میں مودودی ازم ہے کونسی دفعہ شریعت کے خلاف ہے ذرا نشاندہی کی زحمت فرمایئے محترم! یہ شریعت بل میں نے اور محترم مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے پیش کیا ہے یہ شریعت بل ابتداء میں جمعیت علماء اسلام کے اکابر و مشائخ اور جید علماء کے مشورہ سے پیش ہوا ہے اس کی جنگ قائد شریعت مولانا عبدالحق مدظلہ کی قیادت میں لڑی جارہی ہے جناب عالی! قوم سچائی چاہتی ہے قوم اطمینان چاہتی ہے حساس مسئلہ ہے شریعت کا مسئلہ ہے

جن لوگوں کے ضمیر مطمئن نہیں جنہیں اپنی سیاست پر یقین نہیں وہ شریعت بل کو بھی سیاہ عینک لگا کر دیکھتے ہیں میں بجائے اس کے جھوٹوں پر لعنتیں بھیجوں آیتیں پڑھ کر ان کو اس کا مصداق ٹھہراؤں ایسے نادان دوستوں کیلئے دعا کروں گا کہ اللہ ہم سب کو راست بازی، راست گوئی اور راست روی کی توفیق عطا فرمائے۔

س..... غیر جماعتی انتخابات میں آپ نے حصہ لیا اور موجودہ اسمبلیاں بھی اسی بنیاد پر وجود میں آئی ہیں جبکہ سیاسی جماعتیں باہر رہیں اپنے موقف کی وضاحت فرمادیں۔

جواب..... جی ہاں سمجھ گیا۔ یہ بات اب عام فیشن بن گئی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ جب غیر جماعتی انتخابات کے بعد اب سیاسی جماعتیں بھی بحال ہو گئی ہیں لہٰذا موجودہ اسمبلیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہئے جب تک دوبارہ جماعتی انتخابات نہ ہوں غالباً اسی تک بندی کو وجہ جواز بنا کر لوگ مڈٹرم انتخابات کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں غالباً آپ بھی یہی کہنا چاہتے ہیں۔

س..... جی ہاں میری بھی یہی غرض ہے۔

جواب..... یہ دلیل بے حد کمزور ہے اس میں دلیل کے اعتبار سے کوئی وزن نہیں آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۶۲ء میں غیر جماعتی انتخابات ہوئے تھے جبکہ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا تھا گویا مارشل لاء لگنے کے چار سال بعد غیر جماعتی انتخابات ہوئے اور وہ بھی بنیادی جمہوریت کے ارکان کے واسطہ سے، پھر قوم جانتی ہے کہ ان انتخابات میں ملک کی کم وبیش تمام سیاسی جماعتیں اور موجودہ دور کے بڑے بڑے سیاسی بزرگوں نے حصہ لیا قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم بھی غیر جماعتی انتخابات کے ذریعہ پارلیمینٹ میں آئے تھے۔ نوابزادہ نصر اللہ ولی خان ملک قاسم جتوئی صاحب سب نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت سیاست دانوں کا فیصلہ درست تھا اور اب جب ایم آر ڈی نے غلطی کی فیصلہ درست نہ کر سکی تو چاہئے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دنگا فساد تخریب وانتشار کے بجائے قومی یکجہتی کے لئے مثبت کام کرے۔

س..... آپ کے نزدیک اس وقت ملکی سیاسی صورت حال کراچی کے تازہ واقعات اور خارجہ پالیسی کے نقطہ نظر سے پاکستان کی سیاسی زندگی کا سب [illegible] کیا ہے؟

جواب اس وقت میرے نزدیک نظریہ پاکستان پر یقین اور جمہور اہل اسلام کے متفقہ مطالبہ نفاذ شریعت کا فوری اقدام ہے پاکستان کی عمر چالیس سال ہو گئی ہے مختلف ادوار اس پر گزرے ہیں اس دور میں مختلف مسائل ابھرے۔ نظریاتی اقتصادی اور سیاسی پہلو بھی سامنے آئے اور اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ بیرونی طاقتیں خواہ وہ روس ہو یا ہندوستان اندرونی خلفشار کے بڑھانے باہمی بے اعتمادی اور خانہ جنگی کی فضا قائم کرنے اور اس ذریعہ سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں صرف کراچی یا سندھ حیدر آباد ان کا ہدف نہیں وہ پاکستان کے کانٹے کو اپنے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں اس لئے ملک کے اطراف واکناف چاروں صوبوں اور اہم مرکزی مقامات پر ان کے گماشتے اور تخریب کار عناصر پورے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس کا توڑ اور ان کے مذموم عزائم سے تحفظ کا واحد ذریعہ قومی یکجہتی ہے یہ حسین مقصد صرف اور صرف نفاذ شریعت ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۴۰ سال سے ہم اس مقصد کے حصول کیلئے کوشاں رہے مگر ناکامی نے قدم چومے ملک دولخت ہو گیا اور اب علاقائی اور صوبائی عصبیت کا عفریت بچے کھچے شیرازہ کو نگلنے کیلئے تیار بیٹھا ہے تو اس مقصد کو اگر واقعتاً حاصل کرنا ہے تو پھر بغیر اس کے چارہ نہیں کہ نفاذ شریعت کا نام لینے کے بجائے عملاً کام کیا جائے اخلاص و دیانت کے ساتھ شریعت کا پورا نظام نافذ کر دیا جائے۔

س۔ نفاذ شریعت کے سلسلہ میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق یا موجودہ حکومت کی اسلامائزیشن سے آپ کہاں تک مطمئن ہیں۔

جواب۔ اس سلسلہ میں ابتدا میں کچھ عرض کر چکا ہوں بہرحال نو سال سے اسلام کے نفاذ کا مژدہ سنایا جا رہا ہے حکمران اسلام کے نام کی مالا جپتے رہے مگر عملاً ایک فیصد کام بھی نہ کر سکے اسلام کے نام پر ریفرنڈم اور نفاذ اسلام کے منشور کے عنوان سے الیکشن کے بعد نفاذ اسلام میں تاخیر کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں تھی مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ اقتدار کا تحفظ تو کیا جا رہا ہے مگر جس وسیلہ سے اقتدار کی کرسی ملی اسے یکلخت نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

س۔ نفاذ شریعت یا نظام مصطفےٰ کے قیام اور استحکام کے سلسلہ میں آپکی یا آپکی جماعت کی کارکردگی اور مسائل کیا ہیں۔

جواب۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جمعیت علمائے اسلام اپنے اکابر شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ العرب و العجم مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہور اور قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود کے نشان پر چل کر ہر دور میں باطل کی سرکوبی اعلاء کلمۃ اللہ اسلام کی بالادستی نفاذ شریعت کے مساعی اور نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھرپور جدوجہد اور موثر انقلابی کردار ادا کرتی رہی ہے۔

جمعیت علماء اسلام کا اپنا منشور ہے اپنا ایک موقف ہے اپنا لائحہ عمل اور اپنا پلیٹ فارم ہے نظام میں، سیاست میں، تحریک میں، پالیسی کے وضع کرنے میں ایک رائے قائم کرنے میں سیاسی اتحاد یا اعراض میں، ہماری جماعت کسی بھی بڑی یا چھوٹی طاقت سے وابستہ نہیں میرے نزدیک بڑی طاقت صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

جمعیت کے ہر دور میں سیاسی اور اجتماعی لائحہ عمل ' قومی و ملی کردار ' اسی ذات کی رضا اور اسی پروردگار کے احکام سے وابستہ رہا ہے۔ یہ جمعیت ہی کے درست موقف اور بے داغ کردار کے نتائج ہیں کہ ۷۷ء کی نظام مصطفٰے کی تحریک کی قیادت ' حضرت مولانا مفتی محمود کو حاصل رہی۔ اور اب جبکہ نفاذ شریعت کا مسئلہ درپیش ہے شریعت بل کے منظور کرانے کے اس مرحلہ پر بھی تمام مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور سیاسی زعما جمعیت علماء اسلام کے سرپرست شیخ ... سید ... صاحب کی قیادت پر متفق ہوتے ہیں اور متحدہ شریعت محاذ کا انکو متفقہ طور پر صدر منتخب کر لیا ہے۔

س۔ شریعت بل اور جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری ہونے کے حوالے سے آپ نے ملک کے کئی حصوں کا دورہ کیا ہے اہم مرکز مقامات پر پاکستان کے ... طبقہ سے آپ کے روابط ہیں تو شریعت بل کی پیش ... کے بارے میں آپ کا کیا تاثر ہے۔

جواب۔ الحمد للہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اس میں بسنے والے تمام شہری شریعت کے ساتھ گہری عقیدت اور وابستگی رکھتے ہیں آخر کون مسلمان ہوگا جو ملک کے اس حساس مسئلے اور نفاذ شریعت کے اس محتاط مرحلے میں سنگدل بن کر ' اس سے صرف نظر کرے گا آپ دیکھتے ہیں کہ اسوقت تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور سیاسی زعماء شریعت محاذ کے سٹیج پر متفق ہو گئے ہیں پاکستان کے جسور اور غیور مسلمان بیدار ہیں وہ اس کے نفاذ کے سلسلہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں جہاں تک ارباب اقتدار کی بات ہے وہ اس کے نفاذ میں مخلص نہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ سرکاری حلقہ شریعت بل کو التواء میں ڈالنے ٹرخانے اور اسکو دبا دینے کی پالیسی پر گامزن ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ علماء یا شریعت محاذ اور اہل اسلام نفاذ شریعت کی جنگ چھوڑ دیں گے۔

س۔ سیاسی جماعتیں شریعت بل کی مخالفت کر رہی ہیں بعض تو صراحتاً اور بعض دبے لفظوں میں یہ کیوں؟

جواب۔ شریعت بل ایسی چیز نہیں کہ کوئی مسلمان ایک مسلمان کی حیثیت سے اسکی مخالفت کرے یہ تو ایمان کا مسئلہ ہے اصغر خاں ' ولی خاں ' بے نظیر صاحبہ جی ایم سید انہوں نے پہلے کب نفاذ شریعت کی کسی تحریک میں حصہ لیا ہے کہ اب ان سے آپ توقع کر رہے ہیں آخر جو لوگ یہ کہتے ہوئے کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰے کے لئے نہیں تھی جو لوگ علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی نظام اور دین اسلام کو سیاسی نظام پر غلبہ دینے کا کوئی جواز نہیں اور جو لوگ علی الاعلان کمیونسٹوں کے ساتھ دوستیاں بڑھا رہے ہیں اور ملک میں ان کے گماشتوں کا کردار ادا کر رہے ہیں اور جن کے اپنے دور حکومت میں اپریل ۷۶ء میں مکمل نظام اسلام تو اپنی جگہ دو تین دینی مسائل کا شریعت بل بھی پارلیمنٹ میں مسترد کر دیا گیا ہے شراب جواء اور سود جیسے صریح محرمات پر جمعیت علماء اسلام کے اکابر کی تحریکیں اور قراردادیں اکثریت نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ مسترد کر دی ہوں جنکی سیاست بیرونی طاقتوں کے اشارہ ابرو کی منتظر ہو۔ انکا شریعت بل کی مخالفت نہ کرنا واقعہ ایک تعجب کی بات تھی جہاں تک علماء کی ذمہ داریوں کی بات ہے تو یہ میں ... سمجھتا ہوں کہ اسوقت اہل علم اور اہل دین کی سب سے بڑی ذمہ داری اہل اسلام اور دین پسند قوتوں کا اتحاد ہے اور موجودہ حالات میں اس اتحاد کا واحد ذریعہ شریعت محاذ کا پلیٹ فارم ہے آخر جب لادین قوتیں لادنیت اور انارکی پھیلانے کے لئے متحد ہو سکتی ہیں پاکستان توڑ دو اور علاقائی عصبیتوں کے علمبردار اتحاد کر سکتے ہیں تو اسلام پسند قوتوں کا بھی یہ فرض ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے متحد ہو جائیں اور الحمد للہ کہ اس مقصد کے حصول میں ایک حد تک اللہ تعالٰی نے بڑی کامیابیوں سے نوازا ہے کہ ۲۲ دینی جماعتیں شریعت محاذ کے پلیٹ فارم پر متحد ہو گئی ہیں اور تحریک نفاذ شریعت کے کام کو آگے بڑھا رہی ہیں۔

س۔ تحریک نفاذ شریعت یا شریعت محاذ کی جانب سے دو مرتبہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے نفاذ شریعت بل کے لئے احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں اس سلسلہ میں محاذ کے ایک اہم رہنما کی حیثیت سے یہ بتایئے کہ آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا۔

جواب۔ دونوں احتجاجی مظاہرے شریعت محاذ کے قائدین کی سیاسی بصیرت اور مثبت اسلامی سوچ اور فکری اتحاد اور عوام کی بیداری اسلام پسندی کا واقع اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دوسری مرتبہ کے مظاہرے میں جگہ جگہ حکومت نے رکاوٹیں پیدا کیں تشدد کیا محاذ کے کارکنوں کو جلسہ گاہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا مگر اسکے باوجود جس بڑی تعداد میں لوگ پہنچ گئے تھے اس سے حکومت کو عبرت پکڑنی چاہئے تھی۔ مگر انہوں نے اپنے متوازی سرکاری شریعت بل کا راگ الاپنا شروع کر دیا شریعت محاذ کے قائدین اسے ہرگز مثبت سوچ نہیں قرار دیتے بلکہ ہمارا فیصلہ ہے کہ اس ملک میں وہی شریعت نافذ ہوگی جس پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوئی ہو۔

اسوقت ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ شریعت محاذ کی تنظیم کو مضبوط ' مربوط اور فعال بنانا ہے اور الحمد للہ کے اس سلسلے میں توقع سے بڑھ کر حالات حوصلہ افزاء ہیں شریعت محاذ کے کارکن رائے عامہ کو ہموار کر رہے ہیں اسوقت ہمیں دو محاذوں پر جنگ لڑنی ہے ایک حکومت ہے اور دوسری خالص مغربی اور لادینی قوتوں کے الحاد اور خدا بیزار نظریات ہیں ایسے حالات میں جب سیاسی فضا میں مکدر ہو شریعت کا چراغ روشن رکھنا یہ نبوت کا معجزہ ہی ہے ملک کی سیاسی فضا بھی کے دو پارٹ بن چکے ہیں ایک طرف منافقت کا پارٹ ہے تو دوسری طرف کفر و الحاد کی یلغار۔ دونوں کا آپس کی ہزار مخالفت کے باوجود ' اسلامی فکر اور نظام شریعت کی تحریک کو کچلنے پر اتفاق ہے

اسلام پسند قوتوں کا بھی یہ فرض ہے کہ نفاذ اسلام کے لیے متحد ہو جائیں

س۔ آپ جب شریعت محاذ اور باہمی اتحاد کی بات کر رہے ہیں تو جمیعت علماء اسلام کے اختلافات کا کیا بنے گا۔

جواب۔ کوئی اختلاف نہیں کراچی سے خیبر تک جمیعت علماء اسلام کے کارکن متحد ہیں ایک ہیں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی جمیعت کے امیر ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مفتی اعظم مفتی ولی حسن اسکے سرپرست ہیں ملک بھر کے دینی مدارس جمیعت کے پیغام کے نشرواشاعت وتربیت وتبلیغ کے مرکزی دفاتر ہیں ملک کے علماء ومشائخ تقریباً سب کے سب ہمارے ساتھ ہیں ہاں! جمیعت کو ہر اس طاقت سے اختلاف ہے جو نظام شریعت کی راہ میں رکاوٹ ہو ہم پھر اس جماعت سے اتحاد کر سکتے ہیں جو نفاذ شریعت کی تحریک میں ساتھ دینے کے لئے تیار ہو ہمارا موقف' ہمارا منشور ہمارا لائحہ عمل صرف اور صرف شریعت ہی ہے یہی ہماری سیاست ہے یہی ہماری پالیسی ہے یہی ہمارا نعرہ ہے اور یہی ہماری پہچان ہے ہم کفر والحاد اور باطل طاقتوں سے مقابلہ کے علاوہ کسی بھی دوسری محاذ آرائی کا قائل نہیں کسی بھی روٹھے ہوئے دوست کو دھتکارنا ہمارا شیوا نہیں ہمارے دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں نفاذ شریعت کی تحریک میں نظام شریعت کے جھنڈے تلے جو آئے گا وہ ہمارے سروں کا تاج ہے۔

س۔ کراچی کے حالات پر تبصرہ

جواب۔ کراچی کے حالات کوئی ڈھکے چھپے نہیں وہاں مہاجر پختون یا سندھی پنجابی کی جنگ کا کوئی مسئلہ نہیں وہاں اس عنوان سے تخریب کاروں کو انسانی خون سے ہولی کھیلنے کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں حکومت کی سست روی' اغماض اور دیدہ دانستہ چشم پوشی ناقابل معافی جرم ہے بے گناہوں کو گرفتار کر لیا گیا بڑی مچھلیاں نکل گئیں اور اصل مجرم اب بھی دندنا رہے ہیں صوبائی حکومت نے اپنی نااہلی کا ثبوت دیا کانفرنس میں یہ مطالبہ کیا تھا اور اب بھی میرا یہی موقف ہے کہ رواتی بیانات' تحقیقات ، ہمدردیاں اور معاوضوں کے اعلانات اصل درد کا مداوا نہیں' یہ لاوا پھر کسی وقت پھٹ سکتا صوبائی حکومت کو فوراً برطرف کر دیا جائے اور آزادانہ سطح پر کراچی کے فسادات کی عدالتی تحقیقات کی جائے اصل مجرموں کو سرعام سزا دی جائے۔ اس سے بھی قطعی طور پر امن کی ضمانت حاصل نہیں ہوگی جب تک مکمل نظام نہ بدلا جائے نظام بدلے گا شریعت کا نظام نافذ ہو گا تب عدم انصاف کا راج قائم ہو سکے گا۔

ورنہ ایں خیال است محال است وجنوں

Service
سروس شوز

عبدالقیوم حقانی

تبصرۂ کتب

تذکرہ دیارِ حبیب | ازقلم قاضی محمد زاہد الحسینی

کتابت عمدہ، طباعت دیدہ زیب صفحات ۲۷۵۔ قیمت ۱۰۰ روپے۔ پتہ۔ دارالارشاد مدنی روڈ۔ اٹک شہر۔

پیش نظر کتاب علامہ سمہودی کی "وفاء الوفاء" کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ جس میں مدینہ منورہ کے حالات خصوصاً دار المصطفیٰ کو تفصیل وتشریح سے بیان کیا گیا ہے۔ علماء سیرت وتاریخ نے اس کتاب سے استناد کو اہمیت دی۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی اپنے فقہی افادات وشروحات میں مولانا خلیل احمد نے بذل المجہود میں اور علامہ انورشاہ کشمیری نے فیض الباری میں اس کتاب سے کئی مسائل میں استدلال اور استنباط کیا ہے۔ سیرت کے طلبہ کوچۂ محبوب کے راہ نوردوں، دیارِ حبیب کی تمنا رکھنے والے محبانِ صادق اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی حصہ رکھنے والے اہل اسلام کے لئے "تذکرہ دیارِ حبیب" ایک گراں قدر نایاب اور قیمتی سوغات ہے کتاب کی اپنی جامعیت وافادیت بہزار اعتراف مسلّم مگر حضرت قاضی صاحب کے سلیس ترجمہ اور شگفتہ تحریر نے اس کے افادہ واہمیت اور ضرورت کو دوبالا کر دیا ہے۔ مترجم نے گویا بحرِ عشق ومحبت میں ڈوب کر اخلاص و للہیت کی روشنائی سے قلم کو سیراب کیا۔ اور ملت اسلامیہ کی پیاس بجھائی۔

مزہ تب آتا جب سیرت وتاریخ اور مطالعہ سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے دردمندانِ اسلام بھی وقت نکال نکال کر اس کا مطالعہ کرتے۔ اس کے علوم ومعارف سے استفادہ کرتے۔ تذکرہ دیارِ حبیب کے حلقے قائم ہوتے۔ عشقِ رسول کے تذکرے ہوتے۔ اور حبیب سے محبت کے رشتے بڑھتے۔ع

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

کا سماں بندھتا۔ وفاء الوفاء کے ترجمہ کے سلسلہ میں تذکرہ دیارِ حبیب نقش اول ہے۔ جو ہر لحاظ سے خوب تر ہے خدا کرے کہ مترجم محترم اس سلسلہ کو تکمیل تک پہنچائیں اور یقین ہے نقش ثانی وثالث بھی جلد منظر عام پر لا کر تشنگان تک پہنچائیں گے۔ کتابت وطباعت کے مشکلات اور گرانی کے اس دور میں قیمت بھی معقول ہے قارئین سے استفادہ کی پرزور سفارش ہے۔

کتاب المعارف | مصنف ابن قتیبہ مترجم سلام اللہ صدیقی۔ صفحات ۳۵۱ قیمت ۴۵ روپے۔ ناشر

پاک اکیڈیمی دکان نمبر ۲۲۔ مسجد باب الاسلام آرام باغ۔ کراچی[1]

ابن قتیبہ مشہور مورخ۔ الانساب کے ماہر اور اپنے وقت کے مسلّم عالم اور فاضل تھے محمود ظفر سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ ابن قتیبہ کی ہر کتاب میں ادبی چاشنی، عبارت کی ملاوٹ و دلکشی اور وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو ایک ادیب اور ماہر علم کی کتاب میں ہونی چاہیئے۔

المعارف لابن قتیبہ، تواں کی معرکۃ الآرا تالیف ہے ہر دور میں مورخین و ناقدین اور تاریخی و مطالعاتی ذوق رکھنے والے اس سے استفادہ کرنے اور حوالہ جات میں مستند ماخذ کی حیثیت سے پیش کرتے آئے ہیں۔ جناب صاحبزادہ حافظ حقانی میاں کی تحریک و تجویز پر جناب سلام اللہ صدیقی صاحب نے اسے عربی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ اس طرح حضرت آدمؑ سے عہد صحابہ تک تمام ممتاز انبیاء و رسل آلِ رسول اور اہل بیت رسول ہزاروں صحابہ کے پاکیزہ حالات اور نسب ناموں پہ مشتمل یہ تاریخی دستاویز گویا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جسے حقانی میاں امت کے حضور اعلیٰ کتابت عمدہ طباعت اور دیدہ زیب اشاعت کی صورت میں پیش کرنے کامیاب ہوئے ہیں۔ اہلِ ذوق اور علمی وادبی اور مطالعاتی حلقے یقیناً اس کی قدر کریں گے جس سے مترجم و ناشر کی مزید ہمت افزائی ہوگی۔

ماہنامہ الاشرف | مدیر مولانا محمد اسعد تھانوی۔ صفحات ۶۴۔ سالانہ چندہ ۴۰ روپے۔

پتہ الاشرف۔ جامعہ اشرفیہ ۱۲/۱۔ الاحمد مینشن بلاک ۱۲ پی گلشن اقبال کراچی ۴۷۔

بے دینی۔ الحاد و زندقہ۔ باطل افکار و نظریات۔ مادہ پرستی اور دینی و دنیوی فتنوں کے عروج اور یلغار کے اس پر آشوب دور میں، تبلیغ و اشاعت دین کا کام چیونٹی کی رفتار سے بھی کمزور ہے۔ مادیت اور لادینیت کا عالمگیر سیلاب پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ایسے حالات میں اہلِ اسلام کی عموماً اور وارثان علوم نبوت کی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی ہیں یہی احساس تھا جس نے جامعہ اشرفیہ سکھر کراچی کے ارباب بسط و کشاد کو بے چین رکھا۔ بالآخر شعبہ تصنیف و تالیف کے قیام اور ماہنامہ الاشرف کی صورت میں تبلیغ و اشاعت دین کی کونپل پھوٹی اور اپنے ایک دو اشاعتوں میں سرسبز و شاداب اور تناور درخت کی صورت اختیار کر گئی الاشرف کا اجرا مستحسن اقدام ہے اس وقت ہمارے سامنے اس کے ابتدائی دو شمارے ہیں۔ جو علمی، ادبی، تحقیقی اور طباعت و اشاعت ہر لحاظ سے مثالی ہیں ادارتی تحریریں مولانا محمد اسعد تھانوی کے قلم سے ہیں۔ اور بقیہ مضامین بھی انتخاب و اشاعت بھی معیاری ہے۔ ادارہ الحق معاصر الاشرف کے بقاء استحکام کے خواہشات کے ساتھ ساتھ اس کے اجرا کا استقبال کرتا اور نقش اول و ثانی کی معیاری اشاعت پر مدیر و کارکنان اشاعت کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

خدوخالِ اقبال | تالیف ۔ محمد امین زبیری ۔ صفحات ۱۷۶، قیمت ۵۵ روپے ۔
ناشر جناب خسروی صاحب ناظم آباد ۳/۶ کراچی ۱۸۶

علامہ اقبال عظیم مفکر، دانشور، بے مثال شاعر، مغربی تہذیب اور مادہ پرست تمدن کے زبردست ناقد اور مرزائیت کے خلاف قلمی اور فکری جہاد ان کے سوانح و افکار کا ایک اہم حصہ ہیں تاہم وہ انسان تھے ۔ خطا و نسیان انسان کا لازمۂ حیات ہے عقیدت اور محبت جب تاریخ نگاری کا قلم اٹھائے تو سوانح و افکار نقطہ سے دائرہ، قطرہ سے دریا، انسان سے فرشتہ اور نعوذ باللہ بندہ سے خدا کے روپ میں ڈھل جاتے ہیں محمد امین زبیری نے "خدوخال اقبال" میں ایک غیر جانبدار مورخ کی حیثیت سے اقبال مرحوم کے بعض ایسے تاریخی واقعات کی نقاب کشائی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۃً اقبال بھی انسانوں کے سے خصائص کے حامل تھے ۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اقبال مرحوم کی بعض انگریزی تحریریں ان کے علمی و دینی تفوق اور اسلامی تشخص کے سراسر منافی ہیں ۔ ان کی نادر شخصیت میں بعض ایسے کمزور پہلو بھی ہیں جو ان کے علم و فن اور پیغام کی عظمت سے میل نہیں کھاتے ۔ ان کے مدارس کے خطبات میں جو انگریزی میں RECNSTRTUION OF LANIOTHOGHT کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ۔ بہت سے ایسے خیالات و افکار ملتے ہیں جن کی تاویل و توجیہ اور اہل سنت کے اجماعی عقائد سے مطابقت مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے ۔ سید سلیمان ندوی مرحوم کو بھی یہی احساس تھا ______ فرمایا کرتے ۔ کاش یہ لیکچر شائع نہ ہوئے ہوتے تو اچھا تھا ۔ بہر حال مؤلف اور ناشر کا اقدام قابلِ تحسین ہے ۔ کہ تاریخ کے حقیقت پسندانہ کردار کے تسلسل کو قائم رکھا ۔ اور ریکارڈ کو محض عقیدت و محبت اور غلو کی نذر کرنے کے بجائے ٹھوس تاریخی تجزیہ و تبصرہ اور واقعاتی حقائق طلبہ تاریخ اور شائقین اقبالیات کے حضور پیش کر دیے ۔ غلو و عقیدت اور بغض و عداوت کے درمیان اعتدال اور میانہ روی کی ایک کامیاب کاوش ہے ۔ کاغذ و طباعت متوسط ہے ۔

ہفتہ شب و روز

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے درس ترمذی دیا ۔ اور مختصر خطاب بھی فرمایا جو آئندہ شمارہ میں کر دیا جائے گا ۔ اور اب بحمداللہ تمام درجات کے اسباق شروع ہو گئے ہیں ۔ درسگاہوں، دارالحدیث اور مسجد میں طلبہ کے تعلیمی حلقوں اور بحث و تکرار اسباق سے بڑا حسین منظر اور علمی سماں بندھا رہتا ہے ۔

ایک مسیحی کا قبول اسلام | ۷ رشوال کو سلیم المسیح نامی ایک مسیحی نے دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد مولانا عبدالقیوم حقانی کے ہاتھ پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی بعد میں ان کا پہلا نام تبدیل کر کے نیا نام محمد سلیم رکھا گیا ۔

نائٹروجنی کھادوں
میں
ببّر شیر یوریا
کا
مقام

ببّر شیر یوریا کی خصوصیات

- ★ ہر قسم کی فصلات کے لیئے کار آمد۔ گندم، چاول، مکی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات، چارہ اور پھلوں کے لیئے یکساں مفید ہے۔
- ★ اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور بار برداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔
- ★ دانہ دار (پرلڈ) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لیے نہایت موزوں ہے۔
- ★ فاسفورس اور پوٹاش کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
- ★ ملک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

داؤد کارپوریشن لیمیٹڈ

(شعبۂ زراعت)

الفلاح۔ لاہور

فون نمبر — 57876 — سے — 57879

Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK

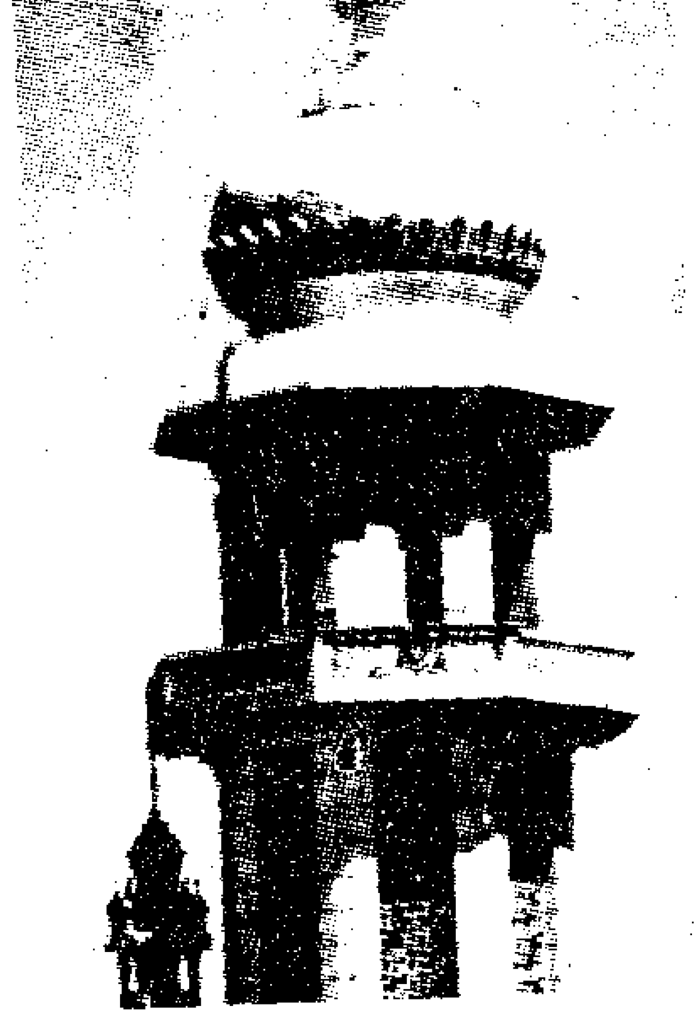

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

ختم بخاری شریف، امتحانات کا انعقاد اور تسلی بخش نتائج

دارالعلوم کے تعلیمی سال کے اختتام پر رجب کے آخری عشرہ میں دارالعلوم کی جامع مسجد میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی۔ حسب سابق اس سال بھی بغیر کسی پیشگی اطلاع اور اعلان کے قرب وجوار سے دارالعلوم کے محبین مخلصین علماء و فضلاء اور شائقین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ اور مختصر خطاب بھی فرمایا۔ اس موقعہ پر طلباء دورہ حدیث کی دستار بندی کے علاوہ دارالحفظ والتجوید کے ۲۵ طلبہ کو حفظ القرآن کی سندات بھی تقسیم کی گئیں۔

۲۷ رجب سے تعلیمی سال کے اختتام پر دارالعلوم کے سالانہ تقریری اور تحریری امتحانات منعقد ہوئے جو ہفتہ بھر جاری رہے۔ طلبہ دورۂ حدیث اور دوسرے درجات کے جن طلبہ نے وفاق المدارس کے امتحانات میں شرکت کی تھی ان کے لئے کراچی اور ملک کے دوسرے حصوں سے علماء کرام نگرانی کے لئے تشریف لائے اس سال اور اب کے امتحانات کے نتائج کے پیش نظر عمومی طور پر طلبہ کا تعلیمی معیار تسلی بخش رہا۔

نیز دارالعلوم کے دورۂ حدیث کے دو طلبہ کو اس سال یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ وفاق المدارس کے امتحانات میں پورے ملک کی سطح پر انہوں نے دوم اور سوم کی پوزیشن حاصل کی چنانچہ مولانا محمد الیاس صاحب اکوڑوی نے ٦٠٠ میں ۵۵۵ نمبر حاصل کر کے کل پاکستان میں دوسری اور مولانا اشرف علی مروانی نے ٦٠٠ میں سے ۵۵۲ نمبرات حاصل کر کے ملکی سطح پر تیسری پوزیشن حاصل کی۔

تعطیلات سالانہ تعطیلات میں اگرچہ تعلیمی اور تدریسی سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تاہم کتب خانہ، انتظامی امور کے مختلف دفاتر، مؤتمر المصنفین، ماہنامہ الحق، دارالتصنیف، دارالافتاء، دارالحفظ والتجوید اور انتظامی امور کے سلسلہ میں باقاعدگی سے کام ہوتا رہا۔ رمضان المبارک میں دارالحفظ کے حفاظ نے پورے علاقے میں پھیل کر جگہ جگہ اللہ کا قرآن سنایا جس سے پورے علاقے میں قرآنی اور روحانی فضا قائم رہی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے حکیم محمد سعید کی ملاقات اور عیادت ہمدرد فاؤنڈیشن کے چیئرمین جناب حکیم محمد سعید صاحب مورخہ ۲۸ جون کو پشاور سے راولپنڈی جاتے ہوئے مغرب کے وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی عیادت کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔ اور شیخ الحدیث مدظلہ سے جناب مولانا سمیع الحق کی اقامت گاہ پر ملاقات اور عیادت کی۔ امراض کی تشخیص و تحقیق کی۔ اور معالجہ کے سلسلہ میں مفید ادویات کے نسخے تجویز کئے۔ علاوہ ازیں ملکی حالات اور قومی سطح پر طبی خدمات کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا۔ حکیم صاحب نے عباسی حکمرانوں کی طرح قدیم طرز کے "مدینۃ الحکمۃ" آباد کرنے کے اپنے وسیع اور عظیم تعمیراتی منصوبہ کی تکمیل اور استحکام کے لئے شیخ الحدیث مدظلہ سے دعا کی درخواست بھی کی۔ تقریباً پون گھنٹہ کی اس نشست میں جناب حکیم محمد سعید صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق کی باہمی مشاورت اور تبادلہ خیال میں ملک میں تحریک نفاذ شریعت، شریعت بل کو منظور کرانے اور اس سلسلہ میں پیش رفت اور کامیابی کے امکانات اس سلسلہ میں ممکنہ جدوجہد کا مثبت لائحہ عمل اور اس کے کئی ایک پہلو بھی زیر بحث آئے۔

ترجمہ و دورۂ تفسیر دارالعلوم میں اس سال بھی ترجمہ و دورۂ تفسیر کا سلسلہ بحمداللہ جاری اور کامیاب رہا۔ جیسے دارالعلوم کے دو اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا عبدالقیوم حقانی پڑھاتے رہے۔ ۱۵ شعبان کو آغاز ہوا۔ اور ۲۳ رمضان المبارک کو اس کے اختتام پر دارالحدیث میں ختم تفسیر اور تقسیم اسناد کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ باقاعدہ شریک رہے۔ کامیابی کے معیار پر پورے اترنے والے ۷۵ طلبہ کو سندات تفسیر جاری کی گئیں۔ جب کہ درس میں ڈیڑھ دو سو افراد شریک رہے اور اول پوزیشن حاصل کرنے والے بعض لائق طلبہ میں حضرت العلامہ مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ کی عنایت فرمودہ گراں قدر کتابیں بھی بطور انعام تقسیم کی گئیں۔

سفر عمرہ ماہنامہ الحق کے مدیر جناب مولانا سمیع الحق، دارالعلوم کے استاذ جناب مولانا انوار الحق الحق کے منیجر جناب شفیق فاروقی۔ اور کاتب الحق جناب مولانا محمد عبدالواحد اختر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عمرہ ادا کرنے کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ عشرہ بھر وہیں قیام رہا۔ یکم شوال کو بخیر و عافیت واپسی ہوئی۔

مولانا پیر محمد وقفی کی شہادت دارالعلوم کے ایک لائق، ہونہار، جواں سال روحانی فرزند اور مجاہد فاضل جناب مولانا پیر محمد وقفی فاضل حقانیہ بھی اپنے دوسرے رفقا کی طرح جہاد افغانستان میں روسی دشمن سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب وقفی صاحب نے درس نظامی کی تکمیل اور دورۂ حدیث شریف دارالعلوم میں کیا تھا۔ چھ سات سال

دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے عقیدت اور گرویدگی تھی۔ اخلاص و ایثار اور جذبہ قربانی کی مجسم تصویر تھے۔ نظم و ضبط تحریک و تنظیم اور جہاد ان کی فطرت اور طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی تعطیلات کے ایام میں دارالعلوم سے طلبہ کی جماعتیں … کر میدانِ کارزار میں عملاً شریک ہوا کرتے تھے۔ دارالعلوم کے تمام اساتذہ و مشائخ کے مخلص خادم اور منظورِ نظر تھے۔ مرحوم کی مظلومانہ شہادت کی خبر دارالعلوم حقانیہ، حقانی فضلاء اور مجاہدین کے حلقوں میں صد درجہ رنج و قلق سے سنی گئی۔ جوں ہی یہ روح فرسا خبر دارالعلوم پہنچی۔ تو اساتذہ و طلبہ نے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی مرحوم کے رفع درجات ایصال ثواب، ان کے خاندان اور جملہ شہداء و مجاہدین افغانستان کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔

<u>تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول</u> الحمدللہ کہ تعلیم القرآن ہائی سکول کا جدید اور عظیم تعمیراتی منصوبہ مکمل ہو گیا ہے ٹڈل سکول کی قدیم عمارت پر جدید بالائی منزل کی تعمیر پر کافی عرصہ سے کام جاری تھا۔ تاہم اس سے تعلیمی کام متاثر نہیں ہوا۔ مناسب منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے بالائی منزل کا یہ عظیم منصوبہ جو متعدد درسگاہوں۔ اسٹاف روم، وسیع ہال، لائبریری اور دفاتر پر مشتمل ہے بڑے شاندار طریقہ سے مکمل ہو گیا۔

تعلیم القرآن سکول کے درجہ مڈل سے ہائی ہو جانے کے پیش نظر کئی نئے اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ سائنس اور تعلیمی امور سے متعلق نئے تقاضوں اور ضرورتوں کے پیش نظر مزید متعلقہ اشیا بھی مہیا کر دی گئی ہیں اور اب نہم دہم کی باقاعدہ کلاسوں کا اجرا بھی کر دیا گیا ہے۔ الحمدللہ کہ تعلیم القرآن حقانیہ سکول اپنے دینی اور دنیوی تعلیم کے امتزاج اور تعلیمی و تربیتی معیار کے پیش نظر علاقہ بھر میں مقبول اور لوگوں کی دلچسپی اور توجہ کا مرکز رہا ہے جس کے پیش نظر تعلیمی سال کے آغاز پر نئے داخلوں کے وقت خواہشمند طلبہ کی کثرت کے پیش نظر گنجائش کو ملحوظ رکھ کر داخلہ کیا جاتا ہے۔

<u>نیا تعلیمی سال</u> دارالعلوم میں نئے تعلیمی سال کے پیش نظر انتظامی امور اور داخلوں کا کام ۱۰ شوال سے ہوا۔ دور دراز علاقوں سے طلبہ دارالعلوم پہنچنا شروع ہوئے۔ باقاعدہ دارالاقاموں کی تعیین سے قبل مسجد، دارالحدیث اور درسگاہوں میں انہیں ٹھہرایا گیا۔

۱۳ شوال سے داخلے کے خواہشمند قدیم اور جدید طلبہ کے لئے فارم داخلہ جاری کئے گئے۔ ۲۵ شوال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران نئے داخل ہونے والے طلبہ کے انٹرویو، داخلہ امتحانات اور دیگر ضروری قانونی اور انتظامی کارروائی بھی مکمل کی جاتی رہی۔ تقسیم کتب اور طلبہ کا دارالاقاموں کا کام بھی جاری رہا۔ ۲۵ شوال کو باقاعدہ طور پر دارالحدیث میں دارالعلوم کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ طلبہ اور ان کے سرپرستوں اور قرب و جوار کے علماء، فضلاء اور دارالعلوم کے متعلقین نے شرکت کی

مؤتمر المصنّفین کی تازہ عظیم اور شاہکار پیشکش

ایک نادر تحفہ ———— ایک عظیم خوشخبری

حقائق السنن

جلد اوّل

(شرح جامع السنن للامام الترمذی)

شائع ہو گئی ہے

ادات — محدث یگانہ علامۂ عصر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ بانی دارالعلوم حقانیہ۔

تمام ونگرانی —— مولانا سمیع الحق مدیر الحق و صدر مؤتمر المصنفین۔

تیب ومراجعت —— مولانا عبدالقیوم حقانی۔

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی شریف سے متعلق شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے درسی افادات وآمالی کا عظیم الشان علمی سرمایہ اردو زبان میں پہلی بار منصہ شہود پر۔ علماء اساتذہ اور طلباء دورۂ حدیث ایک زمانہ سے اس کے انتظار میں تھے۔

چند خصوصیات

- دینی وفقہی مباحث کا شاہکار
- مسلک احناف کے ٹھوس دلائل اور دلنشین تشریح
- الآراء مباحث پر فقیہانہ اور حکیمانہ کلام
- چالیس سالہ تدریسی معارف ونکات کا مجموعہ۔
- احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ
- انداز بیان نہایت عام فہم اور سادہ
- حدیث سے متعلق سیر حاصل مباحث پر مشتمل مقدمہ
- نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے۔

۲۲ × ۲۹ سائز کے تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد جامع ترمذی کے "الطہارات" کے "سو گیارہ" ابواب پر مشتمل ہے۔

کاغذ، کتابت وطباعت، جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار۔ قیمت ۱۲۵ روپے

طلباء، اہل علم و مدارس کے لیے خاص رعایت

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـ ضلع پشاور

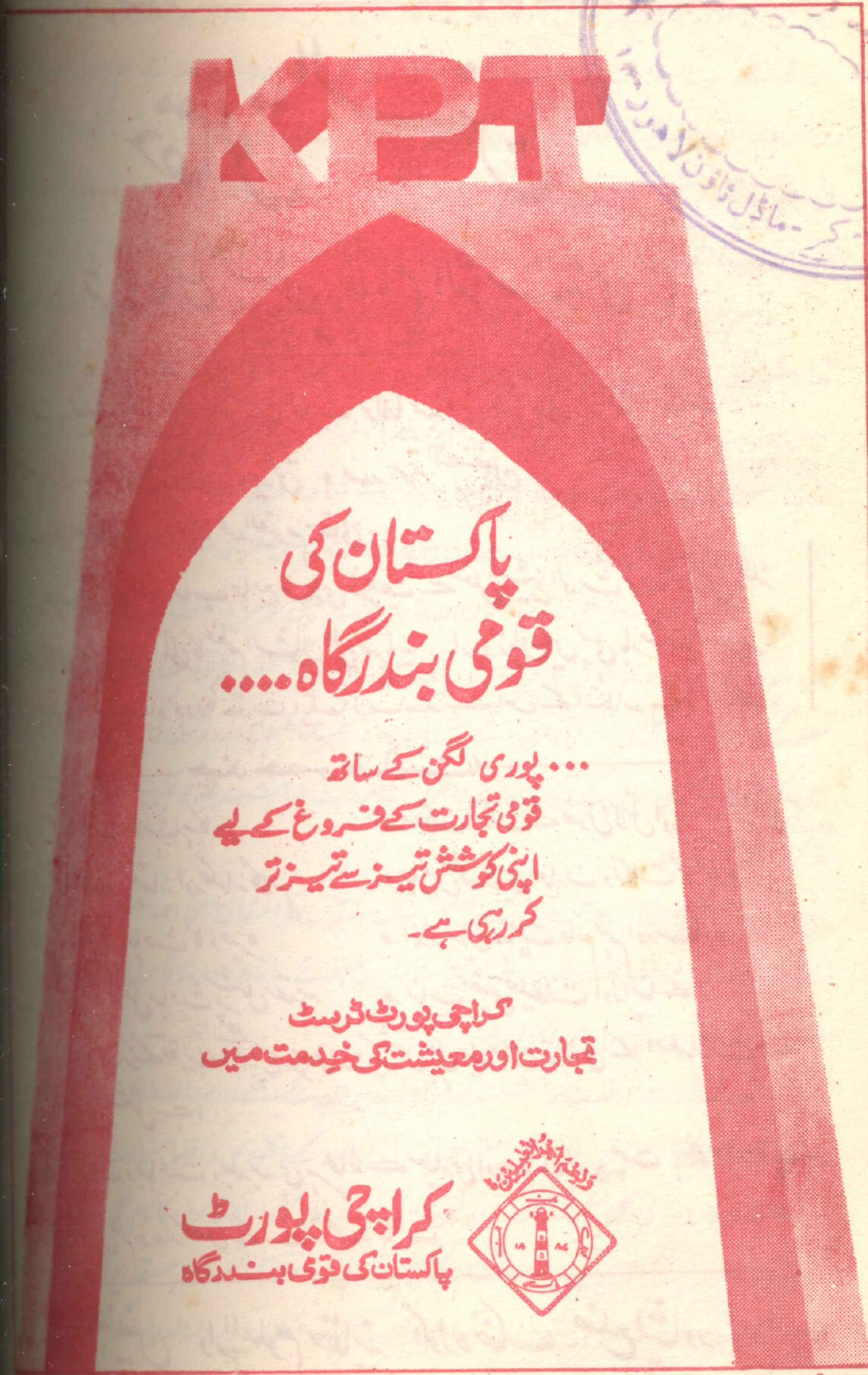
KPT
پاکستان کی
قومی بندرگاہ....
...پوری لگن کے ساتھ
قومی تجارت کے فروغ کے لیے
اپنی کوشش تیز سے تیز تر
کر رہی ہے۔
کراچی پورٹ ٹرسٹ
تجارت اور معیشت کی خدمت میں
کراچی پورٹ
پاکستان کی قومی بندرگاہ
Paragon